امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 5 ربیع الاول 1438ھ بمطابق جنوری 2017ء شمارہ 11

دشمن کا نیا شوشہ اور امارت اسلامیہ کا موقف

اوباما کا تاریخی اعتراف

حلب؛ سامراجی قوتوں کے چنگل میں

مغربی دنیا مہذب معاشرہ ہے؟

ٹرمپ؛ امریکیوں کی امیدیں پوری ہوں گی؟

افغانستان میں امریکا کی پچاس سالہ جنگ

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم

عن عبیدة الملیکی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : یااهل القرآن لاتتوسدوا القرآن واتلوه حق تلاوته من آناء الیل والنهار وافشوه وتغنوه وتدبروافیه لعلکم تفلحون ولاتعجلوا ثوابه فان له ثواباً۔ [رواه البیهقی فی شعب الایمان]

ترجمہ:

سیدنا عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے قرآن والو! قرآن کو اپنا تکیہ اور سہارا نہ بناؤ بلکہ دن اور رات کے اوقات میں اس کی تلاوت کیا کرو جیسا کہ اس کا حق ہے، اور اس کو پھیلاؤ اور اس کو دلچسپی سے اور مزہ لے لے کر پڑھا کرو اور اس میں تدبر کرو، امید رکھو کہ تم اس سے فلاح پاجاؤ گے، اور اس کا عاجل معاوضہ لینے کی فکر نہ کرو، اللہ تعالی کی طرف سے اس کا عظیم ثواب اور معاوضہ [اپنے وقت پر] ملنے والا ہے۔ [شعب الایمان للبیہقی]

فرمان امیر المومنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

فوجی کمیشن کے ذمہ دار، گورنر، عدالتی امور کے کارکن، صوبائی کمیشنز کے اراکین، ضلعی سربراہان، جہادی کمانڈرز نیز تمام سویلین کمیشنز کے ذمہ داران ان مفتوحہ علاقوں میں امن و انصاف کا استحکام یقینی بنائیں۔ شریعت کا نفاذ، بہترین حکمرانی سمیت دینی و عصری علوم کی ترقی اور عام المنفعت رفاہی کاموں مثلا راستوں، پلوں، صحت کے شعبے، پینے کا پانی، زراعت اور تجارت کی پیش رفت پر خصوصی توجہ دی جائے۔ جو اس راہ میں رکاوٹ بنے، اس کا سد باب کیا جائے، تاکہ مؤمن عوام شرعی حاکمیت کے زیر سایہ خوش حال، روشن اور غیر محتاج زندگی کی سعادت سے روشناس ہو کر امن کی فضا میں سکون کا سانس لے سکیں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد۵/ ربیع الاول ۱۴۳۸ دسمبر 2016/ شمارہ 11

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ، اور یورپی ممالک: 40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات: 30 ڈالر

بنگلہ دیش: 28 ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلّہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے، ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

دشمن کا نیا شوشہ اور امارت اسلامیہ کا موقف 2
مولوی احسان اللہ شہید: حالات وواقعات 3
اروزگان کا آنکھوں دیکھا حال 7
اشرف غنی مندر کیوں گئے؟ 10
مغربی دنیا مہذب معاشرہ ہے؟ 11
حلب سامراجی قوتوں کے چنگل میں 12
افغانستان میں امریکا جنگی مجرم ہے 14
امارت قومی ذخائر کی محافظ 16
کابل انتظامیہ باہمی اختلافات کی مریض ہے 17
امارت کی پالیسیوں کا استقبال 19
اقوام متحدہ بے حس غلام ہے! 20
میڈیا: مطلوب تیاری کی ضرورت ہے 21
اوباما کا تاریخی اعتراف 22
امارت اسلامیہ مستحکم ہے 23
اسلامی تعلیمات اور دہشت گردی... ایک حقیقت پسندانہ تجزیہ 24
اسلامی تہذیب کے خلاف پروپیگنڈا 25
افغان فوج مجاہدین کے ہاں پناہ گزین 26
افغانستان میں امریکا کی پچاس سالہ جنگ 27
اوباما کا قابل ستائش اعتراف 28
برطانوی سفیر مسلمان ہوگیا! 29
مسلمانان برما کا المیہ 30
جنگی گروپ: ناجائز امریکی اولاد 32
سوشل میڈیا: دائیں وبائیں بازو کی زور آزمائیاں 33
افغانستان میں ہم جنس پرستی 34
جہاد: عقیدے کی عملی تصویر 36
ٹرمپ امریکیوں کی امیدیں پوری ہوں گی؟ 37
جنگی جرائم نومبر 2016 39
افغانستان اکتوبر 2016 میں 40

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.shahamat-urdu-com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

دشمن کا نیا شوشہ اور امارت اسلامیہ کا موقف

حالیہ دنوں میں ایک بار پھر مغربی میڈیا نے امارت اسلامیہ کے خلاف یہ پروپیگنڈا شروع کردیا ہے کہ داعش کے خلاف روس اور ایک دوسرا پڑوسی ملک امارت اسلامیہ کے ساتھ تعلقات بڑھا رہا ہے۔ اس پروپیگنڈے میں اس حد تک مبالغہ کیا گیا ہے جو شاید کسی بھی صاحب عقل وشعور کے لئے قابل قبول نہ ہو۔

اس بات میں کوئی دو رائے نہیں کہ دور جدید کی جنگوں میں پروپیگنڈہ مہم چلانا اور اس کو فعال رکھنا بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے، اور مغربی ممالک خصوصا امریکہ اس اہمیت سے بخوبی واقف ہے اسی وجہ سے انہوں نے افغان جنگ کے آغاز ہی سے اس طرف خصوصی توجہ دے رکھی ہے۔ انہوں نے اپنے مقاصد واہداف کے حصول کے لیے گزشتہ 15 برس میں عالمی میڈیا کو خوب استعمال کیا ہے اور اس کام کے لیے ایسے مکار اور فریبی افراد کا انتخاب کیا ہے جس کی وجہ سے میڈیا ایک پروپیگنڈا مشین بن کر لوگوں کا اعتماد کھو چکا ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صلیبیوں کی مسلط کردہ جنگ کا پہلا ہدف افغانستان ٹھہرا۔ دنیا کی ان بڑی طاقتوں کی مسلط کردہ اس جنگ کا دورانیہ 15 برس تک جا پہنچا ہے اور اس میں افغانوں کو ملنے والے کثیر تعداد میں جانی، مالی اور معنوی نقصانات ایک طبعی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں لیکن اس کے مقابلے میں بیرونی غاصبوں خصوصا امریکہ کو جن نقصانات سے دوچار ہونا پڑا ہے وہ بھی امریکہ کے لئے ناقابل فراموش ہیں۔

وہ جنگ جسے امریکہ دو ہفتوں میں سمیٹنا چاہتا تھا 15 برس تک طویل ہو گئی ہے جو امریکہ کی جنگی تاریخ کا سب سے طویل دورانیہ ہے۔ اس طویل جنگ میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو توقع سے بہت زیادہ نقصان پہنچا اور دنیا پر قائم اس کا خود ساختہ رعب ودبدبہ بھی جاتا رہا۔ اتنی طویل جنگ کے باوجود بھی جب وہ اپنے مذموم اہداف ومقاصد کے حصول میں ناکام رہے اور آئندہ بھی ان کے حصول کی کوئی امید نہ رہی تو انہوں نے دفاعی پوزیشن سنبھالی اور اپنی ساری توجہ اور توانائی اس پر صرف کرنے لگے کہ کسی طرح طالبان کو اقتدار کے حصول سے باز رکھیں تا کہ ملک میں اسلامی نظام پھر رائج ونافذ نہ ہوسکے۔

امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے دوران جنگ بھی بڑی کوششیں کیں کہ امارت اسلامیہ کے رہنما جہاد سے دستبردار ہو کر کابل حکومت کا حصہ بنیں لیکن انہیں اس میں کسی قسم کی کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ کاروان جہاد کے قائدین اور رہنما تو در کنار امریکی جیلوں میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنے والے چھوٹے بڑے قیدی بھی ان کی بھر کوششوں کے باوجود اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور ان کے دجل وفریب سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اپنے مشن کو جاری رکھنے میں کامیاب رہے۔ لہذا جب امریکہ اور اس کے اتحادی ہر طرف سے ناامید ہو گئے تو انہوں نے اپنی ساری توجہ امارت اسلامیہ کی بدنامی، مسلمانوں کو ان سے بدظن کرنے اور مجاہدین کی صفوں میں دراڑیں ڈالنے پر مرکوز کردی۔

دشمن ہماری کامیابی کا راز جان چکا ہے کہ ہمارا اتحاد واتفاق اور ایک امیر کی قیادت میں جہادی سرگرمیاں جاری رکھنا ہی ہماری کامیابی ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ مجاہدین جب تک اسی طرح متحد ومتفق رہیں گے تب تک ان پر قابو پانا ناممکن ہے۔ تو اسی لیے مکار دشمن نے زیادہ توجہ، وسائل اور بڑی توانائی طالبان مجاہدین کے درمیان پھوٹ ڈالنے اور جہادی صفوں میں انتشار پھیلانے پر دے رکھی ہے۔ دشمن کے ذرائع ابلاغ اس حوالے سے کافی کام کر رہے ہیں: جھوٹی خبریں نشر کرتا ہے، مجاہدین پر الزام تراشی کرتے ہیں، چھوٹی چھوٹی باتوں اور نان ایشوز کو ایشو بنا کر پیش کرتے ہیں، امارت اسلامیہ کی دشمنی میں صحافتی اصولوں کو پامال کرتے ہوئے حقائق مسخ کر کے دنیا کو دکھاتے ہیں۔ لیکن طالبان مجاہدین کے بلند حوصلوں اور جواں ہمتوں کو سلام ہے کہ انہوں نے اپنی صفوں میں اتحاد واتفاق کی فضا برقرار رکھی اور دشمن کا ہر حربہ ناکام بنایا

مغربی میڈیا نے امارت اسلامیہ کے خلاف دشمن کے بے بنیاد پروپیگنڈے کے اس سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے ایک بار پھر یہ شوشہ چھوڑدیا ہے کہ روس اور ایک دوسرے پڑوسی ملک نے داعش کے خلاف امارت اسلامیہ کے ساتھ تعاون کے لئے ہاتھ بڑھایا ہے۔

امارت اسلامیہ کے نزدیک سب سے بڑا نقصان جہادی صفوں میں دراڑ اور انتشار ہے اسی لیے امارت اسلامیہ ہر اس شخص یا گروہ کی سرکوبی کو اپنا فرض سمجھتا ہے جو جہادی صفوں میں انتشار وتفریق کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امارت اسلامیہ نے جہادی رہنماوں اور 15 برس تک صلیبی قوتوں کے سامنے سینہ سپر رہنے والے مجاہدین کو مرتد اور واجب القتل قرار دیتے ہوئے قتل کرنے والے، ملت کی عزت وعصمت اور مال ودولت کو غنیمت سمجھ کر کھانے والے ایک چھوٹے سے گروہ داعش کی سرکوبی کے لیے اقدامات کئے۔ امارت اسلامیہ داعش کے خلاف ان اقدامات کو وقت کی آواز اور ضرورت سمجھتا ہے نہ یہ کہ اس گروہ کو اپنا اصل دشمن قرار دیتا ہے۔ اس لئے کہ کسی مسلمان کو اپنا اصل دشمن سمجھنا امارت اسلامیہ کا مزاج نہیں اور نہ ہی مسلمان کے خلاف بندوق اٹھانا ان کا شوق ہے، وہ نہایت ہی مجبوری کے عالم میں بندوق اٹھاتے ہیں اور انتہائی احتیاط سے چلاتے ہیں۔

امارت اسلامیہ کا اصل دشمن دنیا کے سب سے بڑے صلیبی اتحاد کے اراکین خصوصا امریکہ ہے، ان کے پنجوں سے اپنے وطن کو آزاد کرانا، یہاں امن وخوشحالی کی فضا قائم کرنا اور عدل وانصاف سے بھرپور اسلامی نظام رائج کرنا امارت اسلامیہ کا اصل ہدف ہے۔ امارت اسلامیہ کا ہر چھوٹا، بڑا اس ہدف کو اپنی جان ومال سے عزیز رکھتا ہے، اپنے اس عزیز از جان ہدف کے حصول کے لیے کسی عالمی کانفرنس میں شرکت، کسی ملک سے روابط، ضرورت کے وقت کسی ملک میں اپنے نمائندے بھیجنا اور اسی طرح دیگر مفید سرگرمیاں جاری رکھنا امارت اسلامیہ اپنا حق سمجھتا ہے، اس حوالے سے امارت اسلامیہ نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ کسی کی طعن وتشنیع اور ملامت کی پرواہ کرتا ہے۔

واضح رہے کہ امارت اسلامیہ داعش جیسے خودرو پودوں کی بیخ کنی کے لئے روس یا اور کسی دوسری طاقت کی محتاج نہیں۔ داعش کے خلاف امارت اسلامیہ کے تمام تر اقدامات صرف اور صرف اس لئے ہیں کہ امارت اسلامیہ لسانی، قومی اور مذہبی تعصبات سے ہٹ کر عوام کو اس قسم کی وحشت وسربریت سے بچانا اور ان کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے۔ بیرونی غاصب قوتیں یہ سوچ کر خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ مجاہدین نے اپنی توجہ اپنے اصل دشمن سے ہٹالی ہے، الحمدللہ داعش ابھی اتنی بڑی طاقت نہیں کہ مجاہدین کی توجہ اصل دشمن سے ہٹا سکے۔ جن لوگوں نے 49 ممالک پر مشتمل سب سے بڑے صلیبی اتحاد کے ساتھ 15 برس تک جرأت وجوانمردی سے مقابلہ کیا اور اللہ تعالی کے فضل وکرم سے انہیں شکست سے دوچار کیا تو ان کے لیے اس چھوٹے سے گروہ کا راستہ روکنا کوئی مشکل نہیں۔ واضح رہے کہ داعش کے خلاف امارت اسلامیہ کے اقدامات کسی کے مفادات کی تحفظ یا کسی کے اشارے پر نہیں بلکہ یہ امارت اسلامیہ کا اپنا اور اپنے ملک میں امن وسلامتی کا مسئلہ ہے، اس کے لیے انہیں نہ کسی کی مدد کی ضرورت ہے اور نہ اشارے کی۔

مولوی احسان اللہ شہید حالات و واقعات

عبدالرؤف حکمت

اسلامی تحریکوں نے ہمیشہ ہر شعبۂ زندگی کے لیے مخصوص ہنر مند اور باصلاحیت افراد کو جنم دیا ہے۔ اگر تحریک کے کچھ لوگ تلوار اور میدان جنگ کے شہسوار ہوتے ہیں تو دوسرے افراد سیاست، دعوت، خطابت اور عوام کے دلوں کو فتح کرنے کے لیے ایسی مہارت اور صلاحیت رکھتے ہیں کہ ان کا ہر لفظ ہزاروں گولوں سے زیادہ نتیجہ خیز اور کامیابی کا باعث ہوتا ہے۔

اللہ تعالی نے انسان کو بہت زیادہ صلاحیتوں سے نوازا ہے، جن میں سے ایک اہم صلاحیت خطابت اور تقریر کی ہے۔ جب یہ تقریر اور خطابت کی صلاحیت فصاحت و بلاغت کے سانچے میں ڈھل کر اخلاص کے زیور سے آراستہ ہو جائے تو مقرر کا خطاب لوگوں کے دلوں پر جادو کی طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کو اپنی تقرر کے جوہر سے متاثر کرنے کی خداد صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہیں۔ افغانستان کی سطح پر مشہور خطباء اور مقررین میں سے ایک مولوی احسان اللہ احسان شہید تھے، جن کی سحر انگیز تقریروں کے اثرات کئی عرصے تک افغانوں پر قائم رہے ہیں۔ احسان شہید نے اس وقت سیاست کے میدان میں عملی قدم رکھا، جب ملک مختلف بحرانوں اور سنگین صورت حال سے دوچار تھا۔ اس وقت افغانستان کو تقسیم کے چیلنج کا سامنا تھا۔ قوم باہمی تنازعات اور کرپشن کی آگ کے شعلوں میں جل رہی تھی۔ ہر طرف افراتفری اور لاقانونیت کا دور تھا۔ ان حالات میں احسان شہید دیگر علمائے کرام اور مجاہدین سمیت ملک سے لاقانونیت اور کرپشن کے ناسور کو ختم کرنے کے لیے جہاد کے میدان میں آگے بڑھتے ہوئے 'تحریکِ اسلامی طالبان' قائم کی۔ بعدازاں اسی تحریک کو 'امارت اسلامیہ افغانستان' کے نام سے اس تحریک کو آگے بڑھایا گیا۔ ملک کو بدعنوانی سے پاک اور افراتفری سے بچا کر جہاد کے ثمرات کو ضایع ہونے سے محفوظ کیا۔

مولوی احسان اللہ احسان شہید

مولوی احسان اللہ احسان شہید صاحب مولوی آغا محمد کے بیٹے اور مولوی میرزاد محمد کے پوتے تھے۔ وہ پوپلزئی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا اصل علاقہ قندھار کے ضلع شاہ ولی کوٹ کے علاقے 'بوری' میں 'لوئی کلی' ہے۔ آپ نے پانچ محرم الحرام 1381 ہجری قمری کو صوبہ زابل کے ضلع میزان کے گاؤں 'سلیم' کے ایک ممتاز علمی خاندان میں آنکھ کھولی۔ مولوی احسان شہید کے دادا مولوی مرزا محمد کا شمار قندھار کے مشہور علمی اور جہادی شخصیات میں ہوتا تھا۔ انہوں نے افغانستان میں برطانوی سامراج کی دوسری جنگ کے دوران انگریزوں کے خلاف جہاد میں صفِ اول کا کردار ادا کیا تھا۔ وہ قندھار کے سرحدی ضلع اسپن بولدک میں انگریزوں کے ساتھ جھڑپ میں ٹانگ پر گولی لگنے سے زخمی ہوگئے۔ بعدازاں اسی وجہ سے علاقے میں 'لنگڑا ملا مرزا' کے نام سے مشہور ہوگئے۔

حصولِ تعلیم

مولوی احسان اللہ احسان شہید بچپن سے ہی ذہین و فطین تھے۔ ان کی ولادت ایک علمی خاندان میں ہوئی تھی۔ والد کی طرح ان کی والدہ محترمہ بھی دیانت دار، نیک اور متقی خاتون تھیں۔ وہ بیان کیا کرتی تھیں کہ انہوں نے اپنے لختِ جگر احسان کو کبھی وضو کے بغیر دودھ نہیں پلایا۔ احسان شہید کی والدہ ان کی ذہانت کے بارے میں کہتی تھیں کہ 'وہ بچپن ہی سے بہت ذہین اور زکی ہیں۔ انہوں نے پانچ سال کی عمر میں آیت الکرسی یاد کر کے مجھے بھی یاد کرائی۔ ان کے والد نے بھی بچپن میں ان کی تعلیم و تربیت پر بھرپور توجہ دی۔ اپنے گھر میں ہی ابتدائی دینی کتابیں پڑھائیں۔ بعدازاں انہیں مزید علم کے حصول کے لیے پاکستان بھیجا گیا، انہوں نے وہاں مختلف دینی مدارس میں حصولِ تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ خیبر پختونخواہ کے سوات سے لے کر بلوچستان کے مختلف علاقوں، پشین، میزی اڈہ، کچلاک، لورالائی اور کوئٹہ میں اپنے وقت کے جید علمائے کرام؛ مولوی سعدالدین اخندزادہ، مولوی عبدالغفور صاحب، مولوی شراف الدین صاحب، مولوی عنایت اللہ عرف غبرگی اخوندزادہ، مولوی عبید اللہ قندھاری، مولوی ابوالفضل معین الدین صاحب و دیگر سے فیض یاب ہوئے۔ درسِ نظامی کے آخری سے پہلے درجہ موقوف علیہ کوئٹہ کی معروف دینی درس گاہ جامعہ اشرفیہ میں شیخ الحدیث مولوی

عبدالباری اور مولوی عبدالحی سے پڑھا۔ دورۂ حدیث بھی اسی مدرسے میں شیخ الحدیث مولوی عبدالغفور صاحب سے پڑھنا شروع کیا، لیکن وہ درمیان میں انتقال کر گئے۔ اس لیے دورۂ حدیث کی ادھوری تعلیم کوئٹہ کے مدرسے 'شالدرہ' میں شیخ الحدیث حافظ عبدالواحد سے مکمل کر کے علومِ نبوت کے فاضل کی سند حاصل کی تھی۔

کمیونزم کے خلاف جہاد

مولوی احسان شہید حصول تعلیم کے دوران ابتدائی مرحلے میں تھے کہ افغانستان میں کمیونسٹوں نے ایک فوجی بغاوت کے ذریعے اقتدار پر قبضہ کر لیا، جس کے خلاف افغان عوام جہاد کے میدان میں کود پڑے۔ اس جہاد میں پوری قوم نے بہت دلیری اور شجاعت سے حصہ لیا، جس کی قیادت علمائے کرام اور دینی رہنماؤں کے پاس تھی۔ مولوی احسان شہید کا تعلق علاقے کی سطح پر ایک مذہبی گھرانے سے تھا۔ اس لیے انہوں نے روسی افواج اور کمیونسٹ طبقے کے خلاف جہاد کو مذہبی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اپنا کردار ادا کیا۔ انہوں نے صوبہ زابل کے ضلع میزان میں 'شہید مقیم' کی قیادت میں روسی جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد میں عملاً حصہ لیا۔ وہ اس کے بعد صوبہ ہلمند گئے، جہاں دو سال تک مختلف محاذوں میں کمیونسٹوں کے خلاف جہاد میں مصروف رہے۔ ہلمند میں دو سال کے دوران مختلف جہادی اور عسکری منصوبہ بندی کے بعد واپس زابل آ گئے۔ یہاں پر مولوی عبدالظاہر کے تعاون سے ضلع میزان کے پہاڑ 'ارغسو' میں مجاہدین کا ایک محاذ بنایا، جہاں وہ مجاہدین کو عسکری تربیت کے علاوہ دعوت کے میدان میں فکری تربیت اور اسلامی ثقافت سے بھی روشناس کرانے کی کوشش کرتے تھے، تاکہ وہ الحاد اور لادین قوتوں کا بھرپور مقابلہ کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ درسِ نظامی کی تعلیمی سلسلے کو بھی جاری رکھے ہوئے تھے۔ وہ حقیقت میں ایک جہادی رہنما اور داعئ دین کا بھرپور کردار تھے۔

تحریکِ اسلامی طالبان میں شمولیت

محرم الحرام 1415 ہجری قمری میں 'تحریکِ اسلامی طالبان' کی داغ بیل ڈالی گئی۔ مولوی احسان شہید بھی ان ابتدائی رہنماؤں میں تھے، جنہوں نے اپنے بھرپور خلوص اور دیانت کے ساتھ بانی تحریک کے شانہ بشانہ کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے اَن تھک جدوجہد سے تحریک کی حمایت کی۔ مولوی احسان شہید نے اپنے علاقے کے تمام جہادی کمانڈروں اور عام لوگوں کو اس بات پر تیار کیا کہ وہ بخوشی اپنے ہتھیاروں سمیت تحریک میں شامل ہو کر ملک میں خالص اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جدوجہد کا آغاز کریں۔ مولوی احسان شہید کی حکمت اور بصیرت پر مبنی دعوت کی بدولت علاقے کے بہت سے سابق جہادی کمانڈروں اور عام لوگوں نے تحریک میں شمولیت اختیار کر لی۔ مولوی احسان شہید علماء کونسل کے رکن تھے، جو شیخ الحدیث مولوی عبدالعلی دیوبندی کی سربراہی میں تشکیل دی گئی تھی۔ انہوں نے سرحدی شہر اسپین بولدک میں مسلح کمانڈروں کو دعوت دی کہ وہ جبر اور ظلم سے کنارہ کشی اختیار کر کے تحریک کی حمایت کریں، لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ جس پر مجاہدین نے ملا محمد اخوند کی قیادت میں ان کے خلاف آپریشن کیا اور بولدک کے علاقے پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔

> مولوی احسان اللہ احسان اسلامی تحریک کے ابتدائی دور میں جنوبی مشرقی صوبوں میں مجاہدین کی سرپرستی اور ان کی قیادت کی ذمہ داری نبھا رہے تھے۔ صوبہ ہرات کو فتح کرنے کے بعد عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے انہیں ہرات کا گورنر مقرر کر دیا۔ اگرچہ اس وقت ہرات مسلح کارروائی سے فتح کیا گیا تھا، لیکن اکثر لوگ ذہنی طور پر مجاہدین کے بارے میں تحفظات اور خدشات رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے عوام کی طرف سے عدمِ حمایت کے خطرات موجود تھے۔ شہر اور مضافات میں مجاہدین پر حملے ہوتے تھے۔ مولوی احسان اللہ شہید نے حکمت اور دل نشین وعظ و نصیحت سے لوگوں کو قائل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ اس صوبے کے لوگوں کے دلوں کو فتح کر کے ان کا اعتماد حاصل کیا اور ان کی کوششوں سے ہرات میں امارت اسلامیہ کے خلاف اعتراضات، مشکلات اور اختلافات ختم ہو گئے۔

مولوی احسان شہید کا عظیم کارنامہ

قندھار فتح کرنے کے بعد 1373 ہجری قمری میں مجاہدین نے صوبہ زابل کی طرف پیش قدمی کی۔ مولوی احسان شہید بھی اس قافلے میں شامل تھے۔ زابل میں موجود کمانڈروں اور مجاہدین نے ان کی حمایت کی اور ان کا پرتپاک استقبال کیا، جس کے بعد مجاہدین نے صوبہ غزنی کی طرف پیش رفت کرتے ہوئے اہم فوجی مراکز،

چھاؤنی اور صوبائی دارالحکومت پر کنٹرول قائم کر لیا، لیکن یونٹ اور روضہ کے مقامات پر حزب اسلامی اور حزب وحدت کے مسلح گروپوں نے مقابلہ کیا اور ان کے ساتھ جھڑپ ہوئی، لیکن بعد میں وہ بھی بھاگنے پر مجبور ہوگئے۔ تمام علاقے مکمل طور پر مجاہدین کے کنٹرول میں آگئے۔

اگرچہ مجاہدین کے قافلے کا ایک بڑا حصہ صوبہ میدان وردگ کی سمت چلا گیا اور میدان شہر، لوگر اور چہارآسیاب تک پہنچ گیا، لیکن اسی سال 27 فروری کو مجاہدین کا ایک بڑا گروپ مولوی احسان احسان شہید کی قیادت میں غزنی سے پکتیکا کی طرف چلا گیا۔ پکتیکا میں مقامی علمائے کرام اور قبائلی رہنماؤں نے اس صوبے کا مکمل کنٹرول اِن کے اختیار میں دے دیا۔ اس کے بعد مولوی احسان اللہ احسان 'لویہ پکتیا' (جو تین صوبوں پکتیا، پکتیکا اور خوست پر مشتمل ہے) کے جہادی کمانڈروں اور رہنماؤں؛ مجاہد مولوی جلال الدین حقانی، ملا عبداللطیف منصور، مولوی فرید الدین محمود اور دیگر سے مذاکرات کیے۔ مولوی احسان کی دانش مندانہ حکمت عملی، مضبوط دلائل اور اطمینان بخش وضاحت کے نتیجے میں 'لویہ پکتیا' کے تمام مجاہدین نے تحریکِ طالبان کی حکمرانی کی حمایت کا اعلان کرتے ہوئے بڑے اخلاص سے اپنی تنظیموں کو اسلامی تحریک میں ضم کر دیا، جس کے باعث نہ صرف اِن تینوں اہم صوبوں پر مجاہدین کا مکمل کنٹرول ہوگیا۔ اس عمل سے اسلامی تحریک کی حمایت سے مجاہدین مزید مضبوط اور منظم ہوگئے۔ اس منصوبے کی کامیابی میں مولوی احسان اللہ احسان نے کلیدی کردار ادا کیا تھا۔

اسلامی تحریک میں ذمہ داریاں

مولوی احسان اللہ احسان اسلامی تحریک کے ابتدائی دور میں جنوبی مشرقی صوبوں میں مجاہدین کی سرپرستی اور ان کی قیادت کی ذمہ داری نبھا رہے تھے۔ صوبہ ہرات کو فتح کرنے کے بعد عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے انہیں ہرات کا گورنر مقرر کر دیا۔ اگرچہ اس وقت ہرات مسلح کارروائی سے فتح کیا گیا تھا، لیکن اکثر لوگ ذہنی طور پر مجاہدین کے بارے میں تحفظات اور خدشات رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے عوام کی طرف سے عدم حمایت کے خطرات موجود تھے۔ شہر اور مضافات میں مجاہدین پر حملے ہوتے تھے۔ مولوی احسان اللہ شہید نے حکمت اور دل نشین وعظ و نصیحت سے لوگوں کو قائل کرنے میں کامیابی حاصل کرلی۔ اس صوبے کے لوگوں کے دلوں کو فتح کر کے ان کا اعتماد حاصل کیا اور ان کی کوششوں سے ہرات میں امارت اسلامیہ کے خلاف اعتراضات، مشکلات اور اختلافات ختم ہوگئے۔

1375 ہجری شمسی کیلنڈر کے مہینے 'حمل' میں قندھار میں امارت اسلامیہ کی تاسیس کے حوالے سے 1500 علمائے کرام پر مشتمل عظیم الشان اجتماع ہوا، جس میں تحریک طالبان کو امارت اسلامیہ افغانستان میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس شان دار اجتماع میں مولوی احسان اللہ احسان نے کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ اجتماع کے دوران مولوی احسان نے علمائے کرام کے سامنے ملا محمد عمر مجاہد کے لیے عنوان کا لقب پیش کیا، جو علماء کرام نے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ جس سے سالوں بعد ایک بار پھر اسلامی سیاست کی لغت میں یہ لفظ زندہ ہوگیا۔

اسی دن ہم نے راستے میں دو چار دنوں کی جنگ سے شہید ہونے والے کئی شہدا کے راستے میں پڑے ہوئے اعضاء جمع کر کے دفن کر دیے، جن میں میرے بھائی مولوی احسان اللہ احسان کا جسدِ خاکی بھی تھا۔ جب مزار شریف سمیت دیگر شمالی صوبوں کو دوبارہ فتح کیا تو مولوی احسان اللہ احسان کے جسد کو قندھار منتقل کر کے شہر کے لوہ ویالہ قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ دوسرے کئی رہنماؤں؛ ملا محمد اخوند شہید، ملا بورجان شہید، مولوی احسان اللہ احسان شہید، ملا یار محمد شہید اور وزیر اعظم ملا محمد ربانی رحمہ اللہ بھی اسی قبرستان میں قریب قریب مدفون ہیں۔

اسی سال 'میزان' کے مہینے میں مجاہدین نے کابل فتح کرنے کے لیے آپریشن کا آغاز کیا۔ افغانستان کے مشرقی صوبوں کی فتح کے بعد مولوی احسان اللہ احسان کو صوبہ ننگرہار کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ کابل فتح کرنے کے بعد امارت اسلامیہ افغانستان کی پہلی عمومی مشاورت میں اِنہیں بینک کے ڈائریکٹر کے طور پر مقرر کیا گیا۔

1376 ہجری شمسی تقویم کے مہینے 'جوزا' میں مجاہدین نے شمالی صوبوں میں جنرل مالک کے ساتھ ایک معاہدہ کیا، جس کے نتیجے میں مجاہدین فاریاب، جوزجان، سرپل اور بلخ میں داخل ہوگئے۔ مولوی احسان اللہ احسان امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کے حکم پر چند دیگر رہنماؤں کے ہمراہ مزار شریف گئے، تاکہ وہاں صورت حال کو کنٹرول کرنے میں امارت کا تعاون کریں۔ دو دن بعد جنرل مالک نے غداری کی اور حزبِ وحدت کے ساتھ مل کر ایک منصوبے اور سازش کے ذریعے مجاہدین

کے خلاف کارروائی کا آغاز کیا، جس کے نتیجے میں ہزاروں مجاہدین شہید کر دیے گئے، جن میں چند اہم رہنماؤں کے علاوہ مولوی احسان اللہ احسان بھی شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوگئے۔

مولوی احسان اللہ شہید کی شہادت

مولوی احسان اللہ احسان شہید کی شہادت کا آنکھوں دیکھا واقعہ ان کے بھائی مولوی عبدالغنی بیان کرتے ہیں:

مَیں سال 1376 ہجری شمسی کے مہینے 'جوزا' کی ابتداء میں مولوی احسان کی ملاقات کے لیے کابل گیا، لیکن وہاں ملاقات نہیں ہو سکی، کیوں کہ وہ پاکستان گئے تھے، تاکہ مزار شریف کی فتح کے بعد امارت اسلامیہ کو افغانستان کی حکومت کے طور پر تسلیم کرانے کے لیے پاکستان کے ساتھ مذاکرات کریں۔ اس وقت اسلام آباد میں امارت اسلامیہ کی طرف سے متعین سفیر مولوی شہاب الدین دلاور کے مطابق پاکستان نے امارت اسلامیہ کو افغان حکومت کے طور پر تسلیم کر لیا، جس کے بعد سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات نے بھی امارت اسلامیہ کو سرکاری حکومت کے طور پر تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا۔

مَیں قندھار آیا اور مولوی احسان بھی پاکستان سے قندھار پہنچ گئے۔ بعد ازاں وہ وزیر خارجہ مولوی محمد غوث اور چند دیگر رہنماؤں کے ہمراہ مزار شریف گئے۔ مَیں بھی ان کے بعد بذریعہ جہاز شبرغان اور پھر مزار شریف گیا۔ مزار شریف میں مجاہدین اور جنرل مالک کے درمیان شہر کی سکیورٹی کے لیے مشترکہ منصوبہ بندی کی گئی تھی، جس کے تحت چھ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس میں مجاہدین کی جانب سے سید جانان آغا، ہرات کے کور کمانڈر ملا عبدالحق اور مَیں، جب کہ جنبش کی جانب سے شیر عرب، جنرل مجید روزی اور مولوی عثمان شامل تھے۔ ایک دن گزر گیا۔ شہر میں لڑائی شروع ہوگئی۔ چوں کہ جنگ جنرل مالک کے حامیوں نے شروع کی تھی، لیکن ہمیں یہ بتایا گیا کہ یہ لڑائی حزب وحدت کے اہل کاروں نے شروع کی ہے۔ جنگ عصر کے وقت شروع ہوئی، جو صبح تک جاری رہی۔ صبح ہوئی تو مجاہدین مزار شریف سے نکل کر کچھ شبرغان اور کچھ 'سیلو' کی طرف چلے گئے۔ اسی روز مَیں مزار شریف میں صبح آٹھ بجے مسجد کے سامنے کھڑا تھا کہ ایک گاڑی میں سوار چند مجاہدین آئے اور مجھے بتایا کہ مولوی احسان اللہ اور ان کے دوسرے ساتھی محکمۂ کمیونی کیشن کے دفتر میں موجود ہیں۔ مَیں وہاں تک بڑی مشکل سے پہنچا۔ مولوی احسان اللہ صاحب، ملا محمد غوث اور قندھار میں خارجہ امور کے رئیس حاجی فضل محمد بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر گاڑی میں سوار ہو کر وہاں سے روانہ ہوگئے۔ سیلو کے قریب ملا محمد غوث کی گاڑی پر فائرنگ کر دی گئی، جنہیں دوسری گاڑی میں بٹھا کر روانہ کر دیا گیا۔ جب تنگی شادیان کے مقام پر پہنچے تو ضلع چارکنت کے ہزارہ رہنما 'سید اسد' کے مسلح ساتھی کھڑے تھے۔ انہوں نے ہمارا راستہ بلاک کر کے ہم سے ہتھیار ڈالنے کا مطالبہ کیا۔ جب ہم نے انکار کیا تو انہوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ تب تقریباً دس بجے تھے۔ فائرنگ سے مولوی احسان اللہ زخمی ہو کر گر پڑے۔ ہم پہاڑ کی طرف چلے گئے۔ رات وہاں پر گزاری۔ اگلے روز بھوک اور پیاس کی وجہ سے قریبی گاؤں کی طرف آئے۔ ہزارہ لوگوں نے ہم سب سے پیسے، گھڑیاں اور قیمتی چیزیں چھین کر ہمیں گرفتار کر لیا۔ پھر ہمیں مختلف گروپوں میں تقسیم کر کے ہم ساٹھ قیدیوں کو مزار شریف منتقل کیا گیا۔ چار روز بعد ہم یہاں تنگی شادیان میں حزب وحدت کے مرکز لائے گئے، پانچ دن کے بعد ہم دس افراد کو شہداء اٹھانے کے لیے جیل سے باہر نکالا گیا۔

اسی دن ہم نے راستے میں دو چار دنوں کی جنگ سے شہید ہونے والے کئی شہداء کے راستے میں پڑے ہوئے اعضاء جمع کر کے دفن کر دیے، جن میں میرے بھائی مولوی احسان اللہ احسان کا جسدِ خاکی بھی تھا۔ جب مزار شریف سمیت دیگر شمالی صوبوں کو دوبارہ فتح کیا تو مولوی احسان اللہ احسان کے جسد کو قندھار منتقل کر کے شہر کے لوہ ویالہ قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ دوسرے کئی رہنماؤں؛ ملا محمد اخوند شہید، ملا بور جان شہید، مولوی احسان اللہ احسان شہید، ملا یار محمد شہید اور وزیر اعظم ملا محمد ربانی رحمہ اللہ بھی اسی قبرستان میں قریب قریب مدفون ہیں۔

واضح رہے جنرل مالک کی غداری کے نتیجے میں دل دہلا دینے والے اس سانحے میں مولوی احسان اللہ احسان کے ایک اور بھائی مولوی ولی اللہ بھی شہید ہوئے تھے، جو صوبہ فاریاب کی جانب سے مجاہدین کے ساتھ آئے تھے۔

جنرل مالک کے مسلح اہل کاروں نے ہزاروں مجاہدین کے ساتھ انہیں بھی صوبہ جوزجان کے ضلع فیض آباد کے دشت لیلی کے ایک گہرے کنویں میں پھینک کر شہید کر دیا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

اروزگان کا آنکھوں دیکھا حال

الامارہ ویب سائٹ کے نمائندے ''زبیر مجاہد'' کی اروزگان سے براہ راست رپورٹ

زبیر مجاہد

'اروزگان' افغانستان کے مرکزی صوبوں میں سے ایک ہے۔ یہ غزنی، زابل، دائی کنڈی، غور، ہلمند اور قندھار کے درمیان واقع ہے۔ اروزگان وہ علاقہ ہے، جہاں امریکی جارحیت کے اوائل میں امارت اسلامیہ کے خلاف پہلی بار بغاوت ہوئی تھی۔ حامد کرزئی نے یہیں سے بغاوت کا آغاز کیا تھا۔ بعد ازاں یہاں امریکا، ہالینڈ اور آسٹریلیا نے اپنی فوجیں اتاریں۔ یہاں کے ہر ہر علاقے میں اپنے جنگی اڈے قائم کیے۔ جنگجو ملیشیاؤں اور اربکیوں کو منظم کر کے شدید ظالمانہ آپریشن شروع کیے۔ الحمدللہ! اب کئی سال گزرنے کے بعد 'جہادِ مسلسل' کی برکت سے اروزگان ایک بار پھر امارت اسلامیہ کے زیرِ سایہ چمک دمک رہا ہے۔ امارت اسلامیہ کے شعبۂ ابلاغ کا ایک صحافتی وفد چند ہفتے قبل اروزگان کے دورے پر گیا۔ زیرِ نظر سطور میں اروزگان کا آنکھوں دیکھا حال اور حقائق قارئین شریعت کی نذر کیے جا رہے ہیں:

ہم نے اروزگان کے ضلع خاص 'اروزگان' سے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔ یہ صوبے کا سب سے وسیع اور گنجان آباد ضلع ہے، جو غزنی، زابل اور دائی کنڈی سے ملتا ہے۔ کسی وقت یہاں دشمن کی بہت بڑی تعداد موجود رہتی تھی۔ غیر ملکی کفار کے علاوہ 'حکیم شجاعی' کی مقامی جنگجو ملیشیا اور 'کمانڈر عبدالصمد' کے اربکی گروپ مختلف گاؤں اور پہاڑی دروں پر تسلط جمائے بیٹھے تھے، مگر مجاہدین نے جہاد اور دعوت کی برکت سے یہ علاقہ دشمن کے غلیظ وجود سے پاک کر دیا ہے۔ اب اس صوبے کی عوامی آبادی 'شمالی ناوہ'، سلطان محمد ناوہ' سمیت دیگر کئی علاقے مجاہدین کے کنٹرول میں ہیں۔ دشمن عرصہ ڈیڑھ سال سے ضلعی مرکز کے صرف ایک مربع کلو میٹر میں محصور ہو کر رہ گیا ہے۔ دشمن کو رسد کی فراہمی ہیلی کاپٹروں کے ذریعے کی جاتی ہے۔ ضلعی بازار اور اطراف کے تمام علاقوں پر سفید پرچم لہرا رہے ہیں۔

'اروزگان' کے بعد ضلع 'دہراوود' جانا ہوا۔ ضلع دہراوود صوبائی مرکز 'ترین کوٹ' کے مغرب میں واقع ہے۔ ترین کوٹ اور دہراوود کے درمیان 'کوتل مورچہ' نامی ایک پہاڑی علاقہ ہے، جو اسٹریٹجک اہمیت کا حامل ہے۔ یہ علاقہ ماضی میں دشمن کے ہاتھ رہا۔ دشمن نے یہاں اپنے قدم مضبوط کرنے کے لیے ایک چھاؤنی اور چار مضبوط چیک پوسٹیں قائم کر رکھی تھیں۔ اس طرح دشمن نے دہراوود تک رسد فراہمی کا راستہ اپنے قبضے میں کر رکھا تھا، بلکہ ساتھ ہی مجاہدین کے لیے ہلمند تک کا راستہ بھی بند کیا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے مجاہدین ہلمند جانے کے لیے 36 گھنٹے سے زائد سفر پر مجبور تھے۔ جب کہ 'عمری آپریشن' کے سلسلے میں 'کوتل مورچہ' کا مکمل علاقہ فتح ہو گیا ہے اور یہاں موجود دشمن کا مرکز اور چیک پوسٹیں بھی اُڑا دی گئی ہیں۔ یوں دشمن فوجی دہراوود کے مرکز میں محصور ہو کر رہ گئے ہیں، جب کہ ہلمند اور اروزگان کے مجاہدین کو باہم ملنے کا راستہ دستیاب ہو گیا ہے۔ ضلع دہراوود کے کئی علاقے گزشتہ سال عزم آپریشن میں فتح ہو گئے تھے، مگر یہاں مزید ترقی کے لیے مجاہدین کی پیش قدمی پھر بھی جاری تھی۔ ضلع سے باہر دشمن کے چار اڈے مجاہدین کے ہاتھ فتح ہو گئے ہیں۔ اس طرح دشمن صرف ضلعی چار دیواری تک محدود ہے۔

''کابل میں عسکری تعلیم کے دوران نیٹو اور افغان افسر ہم سے کہتے تھے کہ 'امارت' والے افغان عوام کے دشمن ہیں۔ وہ شدید قومی و لسانی تعصب میں مبتلا ہیں۔ تم سب کچھ کرو، مگر کبھی ان کے سامنے ہتھیار مت ڈالو۔ کوشش کرنا کبھی زندہ اُن کے ہاتھ مت لگنا۔ کیوں کہ اگر زندہ اُن کے ہاتھ لگ گئے تو وہ تمہیں گولیوں سے نہیں ماریں گے، بلکہ 'جوتے سینے والے دھاگے' سے ذبح کریں گے۔ اب جب کہ ہم مجاہدین کے ہاتھ قید ہیں تو انہوں نے ہم سے کوئی بُرا سلوک نہیں کیا ہے۔ ہمارے بجائے ہمارے لیے دنبے ذبح کیے اور ہماری بہت بہترین مہمان نوازی کی گئی ہے۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ مجاہدین قیدیوں کے ساتھ کوئی ظلم و زیادتی نہیں کرتے۔ یہ سب مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ واقعی مجاہدین درست ہیں اور جس طرح اسلام کا نعرہ ان کی زبان پر ہے، عملی طور پر بھی یہ مجاہدین سچے مسلمان ہیں۔

اروزگان میں ایک اور 'درویشان ناوہ' نامی جہادی علاقہ ہے، جو مرکز ترین کوٹ سے ضلع 'چوری' کی جانب شمالاً پھیلا ہوا ہے۔ یہ راستہ گیزاب اور دائی کنڈی تک گیا ہے۔ ضلع چوری تک یہ درہ چالیس کلومیٹر طویل ہے۔ اس کے کچھ حصے ضلع چوری اور کچھ ترین کوٹ مرکز سے مربوط ہیں۔ اب یہ درہ مکمل طور پر مجاہدین کے قبضے میں ہے۔ دشمن کے فوجی ضلع 'چوری' کے مرکز میں محصور ہیں۔ مرکز ترین کوٹ سے مربوط سجاول، کیپستو اور محمد ہاشم نامی اڈوں سمیت دشمن کی درجنوں چیک پوسٹیں فتح ہوگئی ہیں۔ جب کہ مرکزی شاہراہ مجاہدین کے قبضے میں ہے۔ ان اڈوں میں سے مجاہدین نے 'سجاول' کو جنگ میں فتح کیا ہے، جب کہ دوسرے اڈے دشمن کے سرنڈر ہونے سے فتح ہوئے ہیں۔ اس درے میں 32 چیک پوسٹوں کی نگرانی کرنے والا 'قاہر خان' نامی کمانڈر اپنے ساتھیوں سمیت مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہوگیا، جس سے حقیقتاً دشمن کی کمر توڑنے میں بہت مدد ملی ہے۔ ہم نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے والے افغان فوجیوں سے بھی ملاقات کی تھی۔ 'محمد ہاشم خان' نامی کیمپ کے ایک کمانڈر نے بتایا:

"ہمیں عسکری تربیت کے دوران بتایا جاتا تھا کہ 'ہم سے لڑنے والے 'مجاہدین' نامی جہادی 'غیر افغان' ہیں۔ جو پاکستان اور پنجاب سے آکر تمہارے 'وطنِ عزیز' (اسلامی جمہوریہ افغانستان) پر یلغار کیے ہوئے ہیں۔ وہ عوام پر ظلم کرنے سمیت بہت سے جرائم میں ملوث ہیں۔' جب ہم نے اپنی آنکھوں سے مجاہدین کو قریب سے دیکھا تو ہمیں حقیقت کا علم ہوا۔ ان کے بہترین اخلاق کی مثالیں سب سے اعلی ہیں۔ ہمارے ساتھ قیدیوں کی حیثیت سے بھی بُرا سلوک نہیں کیا گیا۔ سچ یہ ہے کہ یہ مجاہدین جو کچھ ہمیں کھانے کو دیتے ہیں، وہی خود بھی کھاتے ہیں۔ حتی کہ ان کے گورنر اور دیگر سربراہ بھی ہمارا حال پوچھتے ہیں۔ ہماری شکایات کا ازالہ کرتے ہیں۔ مَیں یہ حالت دیکھ کر شرمندہ ہوں کہ کئی سال تک کفار کی باتوں سے دھوکہ کھاتا رہا اور مجاہدین سے لڑتا رہا۔ اگر اب مجھے لڑنے کا موقع ملا تو مَیں جارحیت پسند امریکا کے خلاف جہاد کروں گا۔ اگر ایسا کوئی موقع نہ ملا تو اپنی ذاتی زندگی کو ترجیح دیتے ہوئے مجاہدین سے تعاون جاری رکھوں گا۔"

قندوز کے رہائشی پولیس اہل کار نے بتایا:

"کابل میں عسکری تعلیم کے دوران نیٹو اور افغان افسر ہم سے کہتے تھے کہ 'امارت' والے افغان عوام کے دشمن ہیں۔ وہ شدید قومی و لسانی تعصب میں مبتلا ہیں۔ تم سب کچھ کرو، مگر کبھی ان کے سامنے ہتھیار مت ڈالو۔ کوشش کرنا کبھی زندہ اُن کے ہاتھ مت لگنا۔ کیوں کہ اگر زندہ اُن کے ہاتھ لگ گئے تو وہ تمہیں گولیوں سے نہیں ماریں گے، بلکہ 'جوتے سینے والے دھاگے' سے ذبح کریں گے۔ اب جب کہ ہم مجاہدین کے ہاتھ قید ہیں تو انہوں نے ہم سے کوئی بُرا سلوک نہیں کیا ہے۔ ہمارے، بجائے ہمارے لیے دنبے ذبح کیے اور ہماری بہت بہترین مہمان نوازی کی گئی ہے۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ مجاہدین قیدیوں کے ساتھ کوئی ظلم و زیادتی نہیں کرتے۔ یہ سب مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ واقعی مجاہدین درست ہیں اور جس طرح اسلام کا نعرہ ان کی زبان پر ہے، عملی طور پر بھی یہ مجاہدین سچے مسلمان ہیں۔ یہ صرف اسلام کے احکامات پر ہی عمل کرتے ہیں۔ مَیں تمام حکومتی فوجیوں سے کہتا ہوں کہ مجاہدین سے مت ڈرو، بلکہ کوشش کرو 'زندہ ہی اِن کے ہاتھ لگ جاؤ۔' اگر اِن کی گولیوں سے مر گئے تو پھر آخرت میں جنت سے بھی ہمیشہ کے لیے مر جاؤ گے۔"

مجاہدین نے گزشتہ ڈھائی ماہ سے اروزگان کے مرکز ترین کوٹ کے مضافات میں وسیع علاقے فتح کر لیے ہیں۔ جب کہ دشمن بازار کی حدود میں محصور ہو کر رہ گیا ہے۔ اروزگان کے مجاہدین کے مطابق گزشتہ بڑی عید سے ترین کوٹ کے گرد 'لوئر درویشان، گرماب، مراد آباد اور پائی ناوہ' کے وسیع علاقے دشمن کے وجود سے پاک کر دیے گئے ہیں۔ ان تمام علاقوں میں دشمن کی ایک سو پچاس چیک پوسٹیں تھیں۔ اکثر چیک پوسٹیں اور فوجی اڈے دوبدو جنگ میں فتح ہوئے ہیں، جب کہ بقیہ دشمن کی طرف سے ازخود ہتھیار ڈالنے سے مجاہدین کے قبضے میں آئی ہیں۔ مفتوحہ مراکز میں ایک اہم یونٹ ترین کوٹ کا ہے، جو 'نظم عامہ نمبر چار' کے نام سے مشہور ہے۔ امریکا نے اسے بنانے اور آباد کرنے کے لیے 14 ملین ڈالر خرچ کیے ہیں۔ اس یونٹ سے 'کمانڈر شیر محمد' سمیت 73 فوجیوں نے مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہونے کے علاوہ 28 بکتربند، 30 رینجر گاڑیاں، سیکڑوں کی تعداد میں مختلف النوع ہلکا پھلکا اسلحہ اور اسلحے سے بھرے ہوئے دو بڑے اسٹاک مجاہدین کے حوالے کیے تھے۔ مجاہدین نے یونٹ سے اسلحہ، گاڑیاں اور اہم وسائل محفوظ مقامات پر منتقل کر دیے ہیں۔ جب کہ یونٹ کی عمارت عوامی مفاد کے تناظر میں محفوظ رکھی ہے، تاکہ اُسے مناسب وقت پر ملک و عوام کے لیے استعمال میں لایا جا سکے۔

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ اروزگان کے تمام علاقوں میں دشمن کی طاقت ٹوٹ چکی ہے۔ دشمن آخری پناہ گاہ کے طور پر ضلعی مراکز دُبکا بیٹھا ہے۔ محض صوبائی مرکز 'ترین کوٹ' واحد ایسا علاقہ ہے، جہاں دشمن کی کچھ قوت موجود ہے۔ البتہ یہ چھوٹا

سا شہر چاروں طرف سے مجاہدین کے محاصرے میں ہے۔ مثلاً شمال مغرب کی جانب سے 'چو لنگر' میں مجاہدین آدھ کلو میٹر کے فاصلے پر موجود ہیں۔ مجاہدین مشرقی جانب سے شہر کے دروازے 'سرچخلو' کے دوراہے پر مسلسل موجود ہیں۔ مجاہدین مشرق میں 'شپہ خاک' کی پہاڑی پر بھی مورچے لگائے بیٹھے ہیں، جب کہ شہر اسی پہاڑی کے میدان میں واقع ہے۔ مجاہدین مغرب کی سمت سے شہر سے آدھ کلو میٹر کے فاصلے پر موجود 'تلنی' نامی علاقے میں کیمپ لگائے ہوئے ہیں۔ اس طرح صوبائی مرکز 'ترین کوٹ' بھی ہر طرف سے گھیرے میں ہے۔ جب ہم نے وائرلیس کے ذریعے دشمن کی باتیں سنیں تو معلوم ہوا کہ اُس کے پاس 'حوصلے کا ایمونیشن' مکمل طور پر ختم ہو چکا ہے۔ وائرلیس سے ہمیں پتا چلتا تھا کہ دشمن کے اہل کار اپنے کمانڈروں کے بارے میں بے ہودہ بولتے ہیں اور کمانڈروں کو گالیاں بھی دیتے ہیں۔ کمانڈروں اور عام سپاہیوں کے درمیان کوئی ہم آہنگی یا معاونت کا ماحول نہیں ہے۔

اروزگان میں جس تلخ حقیقت سے ہمیں واسطہ پڑا، وہ دشمن کی طرف سے عوام پر اندھی فضائی بمباری تھی، جو اب بھی کچھ علاقوں میں جاری ہے۔ اروزگان کے عام لوگ اب امارت اسلامیہ کے زیرِ حکومت امن و سکون کی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ دشمن کے گزشتہ چند سالہ تسلط کی انتہائی بھیانک یادیں نہیں بھول پاتے۔ ترین کوٹ کے قریب علاقے 'خورما' میں ایک نوجوان کے جسم پر گہرے زخموں کے نشانات تھے۔ اُس نے بتایا کہ "افغان آرمی کو مجاہدین کی طرف سے نصب ایک بارودی سرنگ کا علم ہو گیا۔ انہوں نے مجھ سمیت تین عام شہریوں کو پکڑا اور بارودی سرنگ والی جگہ لے جا کر مجبور کیا کہ ہم وہ بم باہر نکالیں۔ ہم نے انکار کیا تو ہمیں مارنے کی دھمکی دی گئی، بلکہ ہمیں زبردستی اس کام پر لگا دیا۔ اس کام سے ناواقفیت کے باعث بم پھٹ گیا، جس میں ہم دو افراد شدید زخمی ہو گئے۔"

اسی طرح دشمن کی طرف سے عام طور پر بمباری ہوتی رہتی ہے۔ دشمن ایئرپورٹ سے ڈی سی توپوں سے گرماب، پائی ناوہ، شاہ منصور، محمد دین خان اڈہ، کوتوال سمیت دیگر علاقوں پر غیر ضروری بمباری کر کے عوام کو نقصان پہنچاتا رہتا ہے۔ اروزگان میں دشمن کے مظالم کا ایک اَور واقعہ 'درۂ درویشان' میں محمد ہاشم خان کیمپ میں پیش آیا۔ جب اس کیمپ کے فوجیوں نے رات نو بجے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے تو مجاہدین نے اندھیرے میں ہی کیمپ کے وسائل، اسلحہ اور گاڑیاں محفوظ مقام پر منتقل کر دیا۔ اگلی صبح قریبی گاؤں کے چھوٹے بچے بچیاں اور لوگ تماشا دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے۔ مجاہدین نے انہیں انتباہ بھی جاری کیا کہ یہاں سے دور ہو جاؤ، کیوں کہ دشمن کی شرست سے یہی توقع ہے کہ وہ یہاں بمباری کرے گا۔ عوام کہنے لگے کہ 'ہم تو عام لوگ ہیں، ہم پر کیوں بمباری ہوگی؟ کچھ ہی دیر گزری کہ امریکی ہیلی کاپٹر آ پہنچے اور علاقے کا فضائی دورہ کر کے چلے گئے۔ بعد ازاں جیٹ طیارے آئے اور عام لوگوں پر بمباری شروع کر دی، جس کے نتیجے میں 35 عام افراد شہید اور 15 زخمی ہو گئے۔ اروزگان کے مقامی حکام، خصوصاً پولیس سربراہ ولی جان سرحدی نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ 'یہ سب ہم نے قصداً کیا ہے۔ کیوں کہ مارے جانے والے لوگ مجاہدین تھے، مگر جب بات واضح ہوئی کہ وہ مجاہدین نہیں، بلکہ عام لوگ تھے تو امریکی میڈیا نے اس پر خاموشی اختیار کر لی۔ کسی میڈیا چینل نے یہ حقیقت ظاہر نہیں کی۔ جس پر الامارہ اسٹوڈیو کی جانب سے اس واقعے پر ویڈیو رپورٹ نشر کی گئی۔

جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلیوں کے مظالم کے علاوہ اروزگان کے عمومی حالات اطمینان بخش اور خوشی کُن تھے۔ جن لوگوں کو دشمن کی اذیت رسانی سے نجات ملی تھی، وہ مجاہدین کے زیرِ اقتدار علاقوں میں رہ رہے ہیں۔ وہ حالات سے بہت مطمئن ہیں۔ امن و امان کی صورت حال کنٹرول میں ہے۔ کاروبارِ زندگی اور تجارت کی گرم بازاری دھیرے دھیرے بہتر ہوتی جا رہی ہے۔ عوام مجاہدین کے ترقیاتی کاموں میں دل چسپی لے رہے ہیں۔ مجاہدین صحت کے مراکز میں عام لوگوں کو مکمل سہولتیں فراہم کرنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ اسی طرح اروزگان اور زابل کو ملانے والا چھوٹا راستہ مجاہدین کی کوششوں سے وسیع شاہراہ میں تبدیل ہو گیا ہے۔ جس پر چھوٹی بڑی گاڑیاں آسانی سے آ جا رہی ہیں۔ یہ نئی شاہراہ اروزگان کے مرکز ترین کوٹ سے 'خاص اروزگان' - زابل کے 'خاک افغان' اور 'ارغنداب' جیسے علاقوں کو آپس میں ملاتی ہے۔

امید کی جا رہی ہے کہ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ کی مدد اور عوام کے تعاون سے دنیا کی عارضی زندگی سمیت آخرت کی ابدی زندگی کو بھی آسان بنانے کے لیے ہر جائز مادی و روحانی ترقیاتی سرگرمیاں جاری رہیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

امارت اسلامیہ سمیت دنیا بھر کے مجاہدین کو اپنی شبانہ روز دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اشرف غنی مندر کیوں گئے؟

کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کے سربراہ نے حال ہی میں ہندوستان کا دورہ کیا تھا۔ انہوں نے وہاں جو بڑھکیں ماری ہیں، وہ کوئی نئی بات نہیں، بلکہ گزشتہ سال سے اِن سمیت تمام کٹھ پتلیاں یہی باتیں کرتی رہی ہیں۔ ایسا اب ان کی عادت بن چکی ہے۔ وہ اس بار دورہ بھارت کے موقع پر اپنی غلامی کا عمدہ ثبوت دیتے ہوئے مندر جا کر ایک نئی روایت قائم کر آئے ہیں۔

اشرف غنی نے دورۂ بھارت کے دوران افغانستان میں غیر ملکی حملہ آوروں کے خلاف افغان عوام کی مزاحمت کو ہمسایہ ملک کی انگلیاں قرار دے دیا ہے کہ وہ لوگ امارت اسلامیہ کی مدد کر رہے ہیں۔

افغانستان کی پٹھو حکومت گزشتہ 15 سال سے الزامات اور پروپیگنڈوں کا سہارا لے رہے ہیں۔ اِسے جب بھی مجاہدین کی جانب سے شدید دھچکا لگتا ہے یا ان کے آقاؤں کو بھاری نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ عوام کی توجہ دوسری جانب مبذول کرانے کے لیے زہریلا پروپیگنڈا شروع کر دیتے ہیں ہیں۔ حالیہ چند مہینوں کے دوران کابل حکومت اور غیر ملکی آقاؤں کو مجاہدین نے اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ متعدد صوبے ان کے کنٹرول سے نکل چکے ہیں۔ درجنوں اضلاع پر مجاہدین نے امن کا سفید پرچم لہرا دیا ہے۔ دشمن کے اہم اور حساس ترین فوجی مراکز مجاہدین کے حملوں کی زد میں ہیں۔ اس لیے اشرف غنی دورہ بھارت کے دوران اپنی ناکامی، نااہلی اور شکست کو چھپاتے ہوئے مجبور ہوئے کہ وہ ایک بار پھر ہرزہ سرائی کرتے ہوئے امارت اسلامیہ پر پاکستان کے تعاون کا الزام لگائیں۔

اشرف غنی اور مخلوط حکومت کے ساتھ امریکا، نیٹو اور اتحادی ممالک کے تعاون کے باوجود یہ نظام افغانستان میں ناکام ہو چکا ہے۔ امارت اسلامیہ کے مقابلے میں ان کے ساتھ ہر سال اربوں ڈالر کی امداد کا تعاون کیا جاتا ہے۔ کوئی اسلحہ دیتا ہے۔ کوئی خطرناک بم دیتا ہے۔ کچھ نئے ہیلی کاپٹر اور جنگی جہاز دیتا ہے۔ کوئی پرانے جہازوں کی مرمت کرتا ہے۔ پھر بھی یہ ادارہ اتنا بدنام اور ناکام ہے کہ بین الاقوامی سطح پر بدعنوانی میں یہ پہلے یا دوسرے نمبر پر رہتا ہے۔ یہ غربت کے لحاظ سے افریقی ممالک سے بھی آگے ہے۔ سکیورٹی کی حالت یہ ہے کہ صدارتی محل، وزارت دفاع، قومی سلامتی کی عمارات اور اہم سرکاری تنصیبات بھی مجاہدین کے تابڑتوڑ اور فدائی حملوں سے محفوظ نہیں ہیں۔

ادھر امریکا نے بھی کابل انتظامیہ پر عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے صراحت کے ساتھ یہ کہا ہے کہ کابل حکومت میں شامل سب لوگ چور ہیں، جو کرپشن اور لوٹ مار میں ملوث ہیں۔ ان میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ افغان عوام کی خدمت کر سکیں۔ امریکا کا یہ مؤقف بلاشبہ مغربی ممالک پر اثر انداز ہوگا اور ممکن ہے کہ تمام اتحادی ممالک کابل حکومت کے ساتھ تعاون پر نظر ثانی کریں۔ اس کے لیے مزید سخت شرائط عائد کر دیں۔ اشرف غنی کے دوست ممالک میں فی الوقت صرف ہندوستان رہ گیا ہے۔ جبکہ ہندوستان بھی افغان عوام کے ساتھ ہمدردی کے طور پر نہیں ہے، بلکہ پاکستان سے تاریخی دشمنی کے تناظر میں افغانستان کے ساتھ قریبی تعلقات استوار کر کے مذموم نوعیت کا تعاون کر رہا ہے۔ وہ کوشش کر رہا ہے کہ کابل انتظامیہ کے ساتھ اچھے روابط بدستور قائم رکھ کر اس کے توسط سے پاکستان کے خلاف نیا محاذ کھول دیا جائے، جس میں افغان حکمرانوں کو استعمال کیا جائے گا۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ یہ اشرف غنی کی ناکام پالیسی کا نتیجہ ہے، جس سے ملک عالمی سطح پر تنہائی کا شکار ہو رہا ہے۔

چند ہفتے قبل اشرف غنی نے دورۂ ہندوستان کے موقع پر نہایت قابلِ افسوس اظہار خیال کیا تھا۔ جب کہ وہ خود کو مسلمان اور افغان بھی کہتے ہیں۔ انہوں نے اِن تمام نسبتوں کو پس پشت ڈال کر بھارتی وزیر اعظم کے ساتھ دہلی کے مشہور مندر کا دورہ کیا اور وہاں سجدہ بھی کیا۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان تمام اقدامات سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے عقیدے، تشخص اور ضمیر پر ہندوستان کا حلقہ بگوش غلام ہونے کی مہر ثبت کر دی ہے۔ انہوں نے اغیار کے مذموم اہداف کے لیے اسلام اور افغانیت کے خلاف برملا دشمنی کا اعلان کر دیا ہے۔

مغربی دنیا مہذب معاشرہ ہے؟

ٹیکنالوجی زندگی میں سہولتیں فراہم کر سکتی ہے، مگر اخلاقی اور تہذیبی ترقی میں اس کا کوئی مستقل کردار نہیں ہے۔ جس ثقافتی معاشرے میں تہذیب و اخلاقیات کا معیار بلند نہ ہو، اسے ایک معیاری انسانی معاشرہ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ اگر کسی معاشرے میں انسانیت اپنی پوری آب و تاب اور معیار کے ساتھ موجود نہ ہو تو وہاں کے لوگ مہذب اور مکمل انسان نہیں کہلا سکتے۔ آج کل یورپ اور امریکا ٹیکنالوجی کے میدان میں سب سے آگے ہیں، مگر وہ معاشرے اخلاقیات اور حقیقی انسانی تہذیب میں سب سے پیچھے ہیں۔ اولاد سے تو جانور بھی محبت کرتے ہیں۔ وہ ایک فطری عادت ہے۔ البتہ انسانیت کا معیار یہ تقاضا کرتا ہے کہ والدین کو احترام دیا جائے۔ اُن کے ساتھ محبت کی جائے۔ یورپ و امریکا میں والدین جب بوڑھے ہو جاتے ہیں تو اولاد اُن کو سرکاری اولڈ ہوم کے حوالے کر دیتی ہے۔ وہاں ہم جنس پرستی اور جانوروں کے ساتھ بدفعلی جیسی ہزاروں ایسی عادات رائج ہیں، جو انسانیت اور تہذیب کو پامال کیے ہوئے ہیں۔ اس معاملے میں سب سے پہلے نمبر پر ہے۔ معتبر امریکی ٹی وی چینلز 'سی این این' اور 'ایم بی سی' کے سروے کے مطابق دنیا میں فحش فلموں کی نشر و اشاعت میں امریکا پہلے نمبر پر ہے، جب کہ دوسرے نمبر پر جرمنی ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ فحش فلموں کا آغاز بھی امریکا سے ہوا ہے۔

یہ سب برائیاں صرف عام لوگوں میں ہی نہیں ہیں، بلکہ اہم شخصیات اور سیاست دان بھی ان برائیوں کی دلدل میں بخوشی پھنسے ہوئے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ وہ مغربی معاشرہ ہے، جسے مسلم دنیا پر حکمرانی کرنے والا طبقہ 'مہذب معاشرے' کے عنوان سے باور کراتا ہے۔ یہ ذہنی غلامی کی انتہا ہے۔ بدقسمتی سے اِنہی حکمرانوں کی وجہ سے مغرب کی گندی تہذیب کے جراثیم دن بدن اسلامی دنیا میں پھیلتے جا رہے ہیں۔ جب کہ اس 'جنسی آلودگی' کے پھیلاؤ کا ایک ذریعہ ٹیکنالوجی بھی ہے۔ یورپ و امریکا ٹیکنالوجی کے میدان کے وہ شیطان ہیں، جو اپنی تہذیب اور عادات کو نیٹ کے ذریعے ہماری مہذب اسلامی دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔

نئے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اس کی ایک زندہ مثال ہیں۔ ٹرمپ کے حوالے سے امریکی میڈیا نے جو خامیاں نشر کی ہیں، اُن میں سے اکثر کا تعلق اخلاقی اور تہذیبی پستی سے ہے۔ ٹرمپ کی دس حماقتیں نامی فلم میں ایسے واقعات افشا کیے گئے ہیں کہ اُنہیں کاغذ پر منتقل کرنے والا قلم کی بے حرمتی کا مرتکب سمجھا جا سکتا ہے۔ اُس میں ایسے افعال کا ذکر بھی ہے، جن سے وہ ایک انسان کے بجائے جانور لگتے ہیں۔ وہ اپنی بیٹی سے ناجائز تعلق کا اعتراف کیے ہوئے ہیں۔ مغرب میں ماں اور بیٹی سے ناجائز تعلقات زیادہ معیوب نہیں سمجھے جاتے۔ یہ تو سیاسی لوگوں کا حال ہے۔ امریکا کی عدالتی شخصیات اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کا وحشیانہ سلوک بگرام، گوانتانامو اور ابو غریب کے جیلوں میں نمایاں ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے یہاں کے کچھ دانش ور اپنی غلامانہ ذہنیت کی وجہ سے مشرقی تہذیب کو حقیر اور مغربی تہذیب کو بہترین سمجھتے ہیں۔ مغرب کے میڈیا نے ہمارے نوجوان طبقے کا ذہن کچھ اس طرح بنا دیا ہے کہ وہ مغرب کی تاریک دنیا کو امن کا گہوارہ اور مغربی حکمرانوں کو امن کا پیامبر سمجھتے ہیں۔ جب کہ اُن جوانوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ مشرق میں جس آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں، اس کی چنگاریاں مغرب سے ہی یہاں پہنچائی گئی ہیں۔ انسانی حقوق کے مغربی علم برداروں نے انسانیت کے خلاف ایٹم بم ایجاد بھی کیا استعمال بھی کیا ہے۔

مغرب ہی نے پہلی جنگ عظیم میں دس ملین انسانوں کو قتل کیا اور دوسری جنگ عظیم میں ستر ملین انسان قتل کر دیے گئے۔ اس میں پچاس ملین عام شہری قتل ہوئے تھے۔ انسانی تاریخ اِس جیسے کسی بھی قتل عام کے بارے میں خاموش ہے۔ اس سے پہلے یورپ نے 17ویں صدی میں تیس سالہ مذہبی جنگ دیکھی، جو دو کلیساؤں کے درمیان جاری تھی۔ اس میں اہل یورپ نے دیکھا کہ خونِ ناحق بہایا جا رہا ہے۔ ناقوس توڑے جا رہے ہیں۔ حکام کی پگڑیاں اور پوپ کی ٹوپیاں ایک دوسرے کے قدموں میں پامال ہو رہی تھیں۔

آج وہی لوگ متحد ہو کر ہمارے خلاف دو محاذوں پر لڑ رہے ہیں۔ پہلا محاذ مسلح جنگ کا ہے، جو افغانستان، مشرق وسطیٰ، عراق اور شام میں مسلمانوں پر مسلط کی گئی ہے۔ دوسری تہذیبی جنگ ہے، جو الیکٹرونک اور سوشل میڈیا کے ذریعے اسلامی تہذیب کے خلاف تیزی سے جاری ہے۔ گلوبلائزیشن کے عنوان سے مغربی میڈیا آن لائن طریقے سے ہم پر مسلط ہے۔ ایک یا دو اسلامی ممالک کے علاوہ دیگر ممالک میں مغرب کے الیکٹرونک اور آن لائن میڈیا پر کوئی کنٹرول یا پابندی نہیں ہے۔ اسلامی تہذیب ہماری پہچان، عزت اور خود مختاری کی ضامن ہے۔ اس تہذیب کے بغیر ہم خود بخود دوسروں کے غلام بن کر رہ جائیں گے۔ افسوس ہے کہ مسلم دنیا اس قدر سنگین غفلت کی شکار ہے۔ خود کو سامراجی تہذیبی جراثیم سے بچانے کا کوئی مناسب اور مؤثر طریقہ اختیار نہیں کیا گیا ہے۔ اگر کچھ بگڑ گیا ہے تو اس کے علاج کے لیے کوئی فکر مندی نظر نہیں آ رہی ہے۔

حلب سامراجی قوتوں کے چنگل میں

افسوس ہے کہ اس وقت اسلامی دنیا میں بہت کم ممالک ہیں، جہاں مسلمان پرامن اور خوش حال زندگی گزار رہے ہیں۔ اکثر اسلامی ممالک غیر ملکی مداخلت اور باہم خانہ جنگی، لسانی، نسلی، مذہبی اور قبائلی تعصبات کا شکار ہیں۔ شام جیسا خوبصورت اور تاریخی ملک آج واحد ملک ہے، جسے تقریباً 5 سال سے بہت بھیانک اور لرزہ خیز صورت حال کا سامنا ہے۔ ظالم بشارالاسد نے تمام بڑے شہروں کے لیے خوراک اور ادویات کی سپلائی بند کر کے مسلمانوں کو مصنوعی قحط سے دوچار رکھا ہے۔ منظم انداز میں عورتوں پر جنسی تشدد کیا جاتا ہے۔ اسدی فوج اور دیگر شیعہ ملیشیا فورسز کی جانب سے سیکڑوں خود ساختہ جیلوں میں نوجوانوں، بوڑھوں، بچوں اور خواتین قیدیوں پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ شام کے تمام عظیم شہروں کو کھنڈر بنا دیا گیا ہے۔ اسدی فوج کی جانب سے جنگجو کم، جب کہ شہری زیادہ ہلاک ہو رہے ہیں، جن میں اکثریت بچوں اور خواتین کی ہے۔

اسدی دہشت گردوں کے ساتھ ساتھ وحشی روسیوں نے بھی اس شام کو اپنے ظالمانہ ہتھکنڈوں کا نشانہ بنایا ہوا ہے۔ روس بھاری بھرکم بم برسا کر ہزاروں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے۔ جن شہریوں کو نقل مکانی کے لیے جگہ نہ مل سکی، وہ یہیں محصور ہو کر رہ گئے ہیں۔ جب بشار نے ہزاروں مسلمانوں کے قتل، عورتوں کی عصمت دری اور بچوں و بوڑھوں کے ذبح کے بعد حلب کی فتح کا اعلان کیا تو شامی و ایرانی شیعہ فوجیوں سمیت حزب اللہ سمیت درجنوں شیعہ ملیشیا گروپوں نے حلب پہنچ کر جشن منایا۔ اس دوران سڑکوں، راستوں اور گلیوں میں جو بھی انسان نظر آتا، اسے گولی مار دی جاتی۔ جب یہی دہشت گرد فوجی ایک ہسپتال میں داخل ہوئے تمام ڈاکٹروں اور نرسوں کو چن چن کر قتل کیا۔ ان شیعوں نے ہسپتال کے عملے کے قتل کے بعد اپنی بندوقوں کا رخ مریضوں کی طرف کر دیا، جن کی تعداد دو سو تھی۔ روسی اور شیعہ فوجوں کے 6 ماہ کے فضائی حملوں کے نتیجے میں یہ شہر مکمل طور پر تباہ کیا گیا ہے۔ یہاں کی سنگین صورت حال نے جو عظیم انسانی المیہ جنم دیا ہے، اس پر روسی تجزیہ کاروں نے بھی افسوس کا اظہار کیا ہے۔ حلب کے الم ناک مناظر دیکھ کر دنیا کے ہر شخص پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ دنیا بھر کے تجزیہ کاروں نے سوال اٹھایا ہے کہ ''اس ترقی یافتہ دور میں اتنی وسیع تباہی پھیلانے اور انسانیت کے قتل عام کی قیمت پر کسی شہر کے کنٹرول کا حاصل کرنا اہم ہے یا انسانی جانوں کا تحفظ ضروری ہے؟'' لیکن یہ سوال اس سے پوچھا جائے، جو انسانیت کی قدر و قیمت جانتا ہے۔ بدقسمتی سے شامی مسلمانوں کے تمام قاتل انسانوں کی صورت میں بدترین درندے ہیں۔

بشارالاسد اپنے والد حافظ الاسد سے بہت دور نکل گئے ہیں۔ ان کے والد نے 27 دنوں میں 'حما' شہر میں 20 سے 30 ہزار مسلمانوں کو قتل کیا تھا، لیکن انہوں نے 5 لاکھ مسلمانوں کو قتل کر دیا ہے، جب کہ کئی ہزار زخمی ہیں۔ 6 ملین شامی ملک کے اندر اور 5 ملین ملک سے باہر ہجرت کرنے پر مجبور کر دیے گئے ہیں۔ اس پر انہیں ذرا بھی ندامت نہیں ہے۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے 'بشارالاسد نے لوگوں کو بوسنیا اور روانڈا کا قتل عام بھلا دیا ہے۔ شامی صدر شام کو کھنڈرات میں تبدیل کر کے شہداء کی قبروں پر حکومت کرنے کے مذموم عزائم پال رہے ہیں۔' شامی مسلمانوں کا دوسرا قاتل 'پوٹن' ہے، جنہوں نے دسمبر 1999 سے جنوری 2000 تک چیچنیا کے دارالحکومت گروزنی پر شدید بمباری کر کے اسے مکمل تباہ کر دیا تھا۔ موجودہ حلب اور گروزنی کی فضائی تصاویر بالکل ایک جیسی ہیں۔ دونوں واقعات ایک جیسے ہیں۔ ان دونوں واقعات میں کوئی ایک عمارت بھی سلامت نہیں رہی اور اب دونوں شہر قبرستان میں بدل چکے ہیں۔

دنیا تسلیم کرتی ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد کہیں بھی یہ مثال نہیں ملتی کہ گروزنی اور حلب جیسا کوئی شہر فضائی حملوں میں اتنا برباد ہوا ہو۔ پوٹن اور اسد دونوں اسلام اور مسلمانوں کے بڑے دشمن ہیں، لیکن شامی مسلمانوں کے خلاف جاری وحشت و سربریت کے پیچھے اصل محرک مادہ پرست قوتیں ہیں۔ یہ امر بجا ہے کہ شامی مسلمانوں کے لیے اسد اور پوٹن سے لبنان کی حزب اللہ اور ایران کی پاسداران انقلاب زیادہ خطرناک ہیں۔ وہ سنی مسلمانوں پر تشدد، ان کے قتل عام

اور ان کی عصمت دری کرنا عبادت سمجھتے ہیں۔ شامی جنگ میں حزب اللہ کے تقریباً 3 ہزار اور ایرانی ملیشیا کے 10 ہزار سے زائد جنگجو ہلاک ہو چکے ہیں۔ وہ سب عقیدے کی بنیاد پر لڑ رہے ہیں۔ یہ لوگ کٹر مذہبی تعصب پر یقین رکھتے ہیں۔ پاسداران انقلاب کے بڑے جنرل 'جواد غفاری' نے حلب پر کنٹرول سے پہلے کہا تھا کہ 'حلب کے مشرقی سمت سے کسی کو بھی زندہ نہیں جانے دیا جائے گا۔ سب کو حلب میں قتل کیا جائے گا۔ ان میں سے کسی ایک شخص کی بقا کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی وہ زندہ رہنے کے قابل ہیں۔'

حلب سے عام لوگوں کے انخلا کے لیے روس اور ترکی کے درمیان جنگ بندی کے معاہدے پر بھی جواد غفاری نے تنقید کی تھی۔ جنرل غفاری جو کچھ چاہتے تھے وہی ہوا، اسد کی فوج اور پاسداران انقلاب نے اس معاہدے کی کوئی پروا نہیں کی اور متکبرانہ انداز میں حلب پر وحشیانہ حملے جاری رکھے۔ 22 دسمبر حلب پر اُن کے کنٹرول کا پہلا دن تھا۔ شہر کے الصالحین، العامریہ، صلاح الدین، سیف الدولہ اور بستان القصر کے علاقوں میں 79 مسلمانوں کو تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا تھا۔ انسانی حقوق کے بین الاقوامی مبصر 'انور ملک' نے کہا کہ اسدی فوج اور ایرانی ملیشیا نے حلب میں باقاعدگی کے ساتھ معصوم بچوں کے قتل عام اور خواتین کی عصمت دری کا منظم سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اس دردناک صورت حال میں حلب میں خواتین نے اپنے بھائیوں اور باپ سے مطالبہ کیا ہے کہ ان کے گھروں میں وحشی فوجیوں اور ملیشیا کے اہل کاروں کے داخل ہونے کے وقت اِنہیں قتل کیا جائے، تاکہ وہ ان بے رحم فوجیوں کے مظالم اور جنسی تشدد سے محفوظ رہ سکیں۔ ان معصوم خواتین کے بھائیوں اور والدین نے قطر میں موجود مصری عالم دین ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی سرپرستی میں قائم 'علماء کونسل' کو ایک خط بھیجا، جس میں ان سے فتویٰ طلب کیا گیا ہے کہ 'اپنی بیٹیوں اور بہنوں کی عزت کے تحفظ کے لیے انہیں قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟'

مسلمانوں کے لیے دردناک اور دنیا کے لیے شرم ناک بات ہے کہ حلب میں انسانی بحران پوری دنیا کے سامنے ہے۔ ساری دنیا یہ الم ناک صورت حال اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔ حلب کے کھنڈرات سے رحم رحم کی صدائیں گونج رہی ہیں، لیکن دنیا اس سانحے پر ایسی خاموش ہے، گویا حلب میں کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ اقوام متحدہ کے سبک دوش ہونے والے سربراہ بان کی مون نے کہا ہے کہ 'سچ یہ ہے کہ حلب اپنے باشندوں کے لیے جہنم میں تبدیل ہو چکا ہے۔' عالمی امن کے ٹھیکیدار امریکا نے دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے ناکام کوشش کی اور امریکی صدر بارک اوباما نے صرف اس بیان پر اکتفا کیا کہ 'حلب میں وسیع سطح پر انسانوں کے قتل عام کی تمام تر ذمہ داری بشارالاسد حکومت، ایران اور روس پر عائد ہوتی ہے۔' اوباما اس بیان سے بشارالاسد، ایران اور روس کو ملامت نہیں کرنا چاہتا تھا، بلکہ وہ اس طریقے سے اپنی منافقت اور دوغلا پن چھپا رہا تھا، تاکہ دنیا کے سامنے اپنی بدنام ہونے سے بچا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکی صدر کا یہ بیان اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دو عالمی قوتوں کے درمیان غیر اعلانیہ سمجھوتہ ہے۔

جب امریکا 2003ء میں عراق پر حملہ کر رہا تھا، تب باوجود یہ کہ عراق روس کا حلیف تھا، لیکن روس خاموش رہا۔ اُس نے امریکا کے اس ظلم پر کوئی ردِ عمل دیا اور نہ ہی صدام حسین کی معمولی حمایت کی۔ اس کے برعکس اقوام متحدہ میں عراق پر قبضہ کرنے کے لیے امریکی قرارداد کے حق میں ووٹ دیا۔

لوگوں کا خیال تھا کہ امریکا شامی اپوزیشن کی پشت پناہی کرے گا اور بشارالاسد کی حکومت گرانے کے لیے ان سے تعاون کرے گا، تاہم عملی طور پر دنیا کے سامنے امریکا کا دوغلا پن واضح ہو گیا۔ سب نے دیکھا کہ امریکا کا ہدف بشارالاسد کا تختہ الٹنا نہیں، بلکہ اس کی حکومت کو طول دینا ہے۔ تاکہ شام میں طویل مدت تک خانہ جنگی کو پیدا کیے رکھے۔ جب مزاحمت کاروں کی قوت میں اضافہ ہوا اور وہ حیرت انگیز طور پر طاقت ور نظر آنے لگے اور انہوں بشارالاسد کو چاروں اطراف سے محصور کر دیا، جس سے دسمبر 2015 میں اسدی حکومت دھڑن تختہ ہونے کا امکان پیدا ہو گیا تھا، تب امریکا پیچھے ہٹ گیا۔ اس وقت امریکا نے ایسی پالیسی اختیار کر لی، گویا شام کی صورت حال سے امریکا کا کوئی لین دین نہیں ہے۔ یہاں وہ بظاہر غیر جانب دار بن گیا۔ روس نے امریکا کی اس سیاسی غیر جانب داری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شام میں فوجی مداخلت کی اور دسمبر 2015 کے آخر میں روسی لڑاکا طیاروں نے شام پر بمباری کا آغاز کیا۔ امریکا نے اس پر معمولی ردعمل بھی ظاہر نہیں کیا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امریکا نے حلب میں روس کے مقابلے میں شکست کھائی اور روس کامیاب ہوا ہے، یہ حقیقت کی منافی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی شکست خوردہ اور دوسرا کامیاب نہیں ہے، بلکہ یہ امریکا و روس دونوں کا مشترکہ پروگرام ہے۔

افغانستان میں امریکا جنگی مجرم ہے

کچھ دن پہلے ہالینڈ میں جرائم کی بین الاقوامی فوجداری عدالت 'ہیگ' نے کہا کہ امریکی فوج اور سی آئی اے کے اہل کاروں نے افغانستان میں جنگی جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ مذکورہ عدالت نے اپنی رپورٹ میں 61 ایسے لوگوں کی نشاندہی کی ہے، جن پر جنگی جرائم کے زمرے میں آنے والا تشدد کیا گیا ہے۔ یہ انسانی حقوق کی کھلی پامالی ہے۔

عالمی عدالت نے امریکی فوجیوں اور سی آئی اے کے اہلکاروں کے تشدد اور جنگی جرائم کے شکار 61 افراد کو صرف بطور مثال پیش کیا ہے، جبکہ افغانستان میں کوئی ایسا لمحہ نہیں گزرا، جس میں افغان عوام امریکی مجرموں اور ان کے ایجنٹوں کے مظالم، تشدد اور قتل عام سے محفوظ رہ سکے ہوں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ امریکی فوج نے سن 2001 سے افغانستان میں مظالم اور جرائم کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے، وہ اب بھی بدستور جاری ہے۔ اس مظلوم قوم کی فریاد کون سنے گا؟ کیوں کہ افغانستان میں امریکی اور نیٹو افواج کے مظالم اور جنگی جرائم کے ارتکاب کی داستانیں عام ہیں، لیکن آج تک کسی بھی ادارے نے یہ جرأت نہیں کی ہے کہ وہ افغانستان میں غیر ملکی، بالخصوص امریکی افواج کی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی تحقیقات کریں یا اس کا نوٹس لیں۔

چوں کہ امریکا دنیا میں بظاہر ایک طاقتور ملک ہے۔ عالمی عدالت اس کے خلاف قدم اٹھانے سے گریزپا ہے، پھر اس مظلوم قوم کی آواز سننے کو کون تیار ہے؟ چوں کہ یہ جنگی جرائم ایک کمزور ملک پر ہوئے ہیں، اس لیے ساری دنیا اور انسانی حقوق کی تنظیمیں خاموشی کا سیرپ پی کر بیٹھی ہوئی ہیں۔ دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ امریکا افغانستان میں جنگی جرائم کے ارتکاب کے لیے جواز فراہم کر رہا ہے۔

وہ یہاں اپنے سیاسی اور فوجی وجود کو برقرار رکھنے کے لیے بہانے ڈھونڈ رہا ہے۔ فوجی موجودگی سیاسی موجودگی کے سائے میں ہے۔ امریکا نے افغان حکومت اور نظام پر اپنا اثر و رسوخ برقرار رکھا ہے۔ امریکا یہی دلیل پیش کر رہا ہے۔ قندوز میں عوام پر امریکا کی وحشیانہ بمباری کی ذمہ داری خود افغان حکومت نے قبول کر لی تھی۔ عالمی عدالت انصاف ہیگ میں اجنبی لوگ بیٹھے ہیں، جو افغان مظلوم عوام پر تشدد کی مذمت اور شفاف تحقیقات کا مطالبہ کرتے ہیں، لیکن بدقسمتی سے افغان حکام نہ صرف ان جرائم پر خاموش ہیں، بلکہ کبھی کبھار اس کے لیے جواز بھی ڈھونڈتے ہیں۔ اس کی ذمہ داری بھی خود قبول کرتے ہیں۔ اس صورت حال میں عالمی عدالت کیا کردار ادا کرے گی؟!

> بین الاقوامی فوجداری عدالت اور دیگر بین الاقوامی جوڈیشل ادارے افغانستان میں جنگی جرائم کی غیر جانبدارانہ، شفاف اور آزادانہ تحقیقات کریں۔ ان میں ملوث مجرمان کو قرار واقعی سزا دی جائے، تاکہ مستقبل میں مظلوم عوام کو ایسی ظالم اور جابر قوتوں کے مظالم سے نجات مل سکے۔ غریب اور مظلوم عوام کے زخموں کا مداوا اس سے نہیں ہوگا کہ صرف جنگی جرائم کی نامکمل رپورٹ پیش کی جائے۔ گزشتہ پندرہ برس کے دوران جنگ میں شامل تمام فریقوں کی جانب سے کیے گئے مظالم اور جنگی جرائم کی شفاف اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کی جائیں۔ مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں کھڑا جائے۔

اس رپورٹ میں ان سیکڑوں اور ہزاروں افراد کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا، جو گزشتہ 15 سالوں کے دوران امریکی فوجیوں کی جانب سے ہلاک اور زخمی کیے گئے ہیں۔ غیر ملکی قابض فوجیوں نے گزشتہ پندرہ سال کے دوران بہت سے مظلوم افغانوں کو وحشیانہ بمباری میں یا رات گئے چھاپوں کے دوران شہید کیا ہے، جس پر پوری دنیا خاموش ہے۔ انہوں نے قیدیوں کے ساتھ جو ناروا سلوک روا رکھا ہے، ان پر جو انسانیت سوز تشدد کیا گیا ہے، سالہا سال بغیر کسی مقدمے کے جیلوں میں رکھ کر یہ

ثابت کیا ہے کہ انہوں نے خود اپنا بنایا ہوا قانون پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔ امریکی فورسز نے افغانستان میں فوجی مشن کے دوران تمام انسانی اور جنگی قوانین کی خلاف ورزی کی ہے۔ سب سے بدتر صورت حال یہ ہے کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کو 'قابلِ معافی انسانی غلطی' کا نام دیا گیا ہے۔ ان خلاف ورزیوں کے بیشتر مقدمات خود امریکیوں کی طرف سے نمٹائے گئے اور انہوں نے خود تحقیقات کر کے سماعت کی اور پھیکا سا فیصلہ سنا دیا۔

بین الاقوامی عدالتِ انصاف نے اپنی رپورٹ میں چند ایسے لوگوں کے انٹرویوز اٹیچ کیے ہیں، جن پر امریکی خفیہ قید خانوں میں ظلم کیا گیا تھا؟ یہ بھی ایک مغربی ادارہ ہے، اس کے نزدیک ایک مسلمان کے خون کی کیا قدر و قیمت ہے اور یہ ادارہ کتنا آزاد ہے؟ ہیگ نے خود اپنی رپورٹ میں امریکا سے خوف کا اندیشہ ظاہر کیا ہے۔ واضح رہے صرف گزشتہ سال امریکی افواج نے افغانستان میں سیکڑوں افراد کو شہید، ہزاروں کو قید اور بہت سوں کو زخمی کیا ہے۔ یہ جرائم اور خلاف ورزیاں دنیا کے سامنے ہیں، جن پر سب خاموش ہیں۔ گزشتہ سال امریکی فوج نے قندوز میں غیر ملکی تنظیم کے تحت چلنے والے ایک اسپتال پر بمباری کر کے ڈاکٹروں سمیت درجنوں مریضوں کو شہید کر دیا، جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔ گزشتہ ماہ صوبہ ننگرہار کے ضلع شنواری میں ایک معزز شہری حاجی صاحب کے گھر پر فضائی حملہ کیا گیا، جس میں مجموعی طور پر 30 افراد شہید اور زخمی ہوگئے۔ اس کے علاوہ ضلع کاما میں ایک چھاپے کے دوران متعدد شہریوں کو شہید کر دیا گیا۔ اروزگان اور قندوز میں افغان فورسز اور شہریوں پر حملے کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ حال ہی میں صوبہ قندوز میں 'بز قندھاری' نامی علاقے میں ایک بستی پر رات کو بمباری کر کے خواتین اور بچوں سمیت 30 سے زائد افغان مظلوم شہریوں کو شہید کیا گیا، تاہم حکام کو اس حوالے سے جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ جبکہ حقوق نسواں کی دعوے دار تنظیمیں بھی گنگ ہیں۔ ان حالات میں ہیگ امریکیوں کے خوف سے کیا کردار ادا کر سکتی ہے، ظاہر ہے خاموشی اختیار کرے گی۔

بین الاقوامی فوجداری عدالت اور دیگر بین الاقوامی جوڈیشنل ادارے افغانستان میں جنگی جرائم کی غیر جانبدارانہ، شفاف اور آزادانہ تحقیقات کریں۔ ان میں ملوث ملزمان کو قرار واقعی سزا دی جائے، تاکہ مستقبل میں مظلوم عوام کو ایسی ظالم اور جابر قوتوں کے مظالم سے نجات مل سکے۔ غریب اور مظلوم عوام کے زخموں کا مداوا اس سے نہیں ہوگا کہ صرف جنگی جرائم کی نامکمل رپورٹ پیش کی جائے۔ گزشتہ پندرہ برس کے دوران جنگ میں شامل تمام فریقوں کی جانب سے کیے گئے مظالم اور جنگی جرائم کی شفاف اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کی جائیں۔ مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے۔ درحقیقت افغانستان میں قیامِ امن کے لیے سنجیدہ کوششوں کی ضرورت ہے۔ قانون ساز ادارے کے ارکان نے بھی اس رپورٹ پر خوشی کا اظہار کر کے اس کا خیر مقدم کیا ہے۔ مطالبہ کیا ہے کہ افغانستان میں امریکی فوجیوں کے ہزاروں جنگی جرائم کے بارے میں غیر جانبدارانہ تحقیقات کی جائیں۔ قانون ساز ادارے کے رکن عبدالستار نے کہا ہے کہ غیر ملکی فوجیوں کی جیلوں میں موجود قیدیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ انہیں جسمانی اور روحانی لحاظ سے اذیت دی جاتی ہے۔ حالانکہ ان پر کوئی جرم بھی ثابت نہیں ہوا ہے۔ انہیں رہا کیا جائے اور ان پر ڈھائے گئے مظالم کا معاوضہ ادا کر کے انہیں اہلِ خانہ کے پاس جانے کی اجازت دی جائے۔

اسی طرح سماجی و معاشرتی تنظیم کی سربراہ 'ویدا' نے امریکی عوام پر زور دیا ہے کہ وہ افغانستان میں اپنی افواج کے مظالم کا راستہ روکیں۔ اس نے کہا 'امریکا کی سربراہی میں جن ممالک نے افغانستان پر حملہ کیا ہے، وہ خود جنگی جرائم میں ملوث پائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ مجاہدین کو قتل کرنے کے نام پر چھ ماہ کے چھوٹے بچوں کو بھی قتل کر رہے ہیں یا خواتین کو قتل کر رہے ہیں۔' ویدا نے کہا 'ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ امریکی عوام اپنی حکومت اور فوجیوں کو دباؤ میں لائیں، جو ہمارے معصوم اور غریب لوگوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔

امارت قومی ذخائر کی محافظ

محمد ابوبکر نبیل

ہجری شمسی تقویم کے ماہ 'دلو' کی 9 تاریخ کو امارت اسلامیہ نے قومی ذخائر اور معدنیات کے پروجیکٹس کے تحفظ اور ان کے دفاع کے لیے ایک اعلامیہ جاری کیا۔ مذکورہ اعلامیے نے وقت کی اہمیت اور خصوصیت کے پیشِ نظر علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر غیر معمولی اہمیت اختیار کی ہے۔ لیکن کابل انتظامیہ اور جانب دار میڈیا نے مذکورہ اعلامیے کے خلاف مؤقف اختیار کرتے ہوئے اس اعلامیے کو امارت اسلامیہ کی پروپیگنڈا کوشش قرار دیا ہے۔

اگر قومی ذخائر اور معدنیات کے پروجیکٹس کے تحفظ سے متعلق امارت کے دورِ اقتدار اور اس کے بعد امریکی یلغار تک ان کی پالیسیوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات عیاں ہے کہ امارت نے اپنے اعلامیوں میں کیے گئے دعوؤں کو عملاً ثابت بھی کیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض بنیادی پروجیکٹس جیسے 'تاپی پروجیکٹ' جو آئندہ کچھ عرصے میں شروع ہونے والا ہے، امارت کے دور میں شروع کیا گیا۔ قومی ذخائر اور عوامی منفعت کی تنصیبات ملک و قوم کے مشترکہ اثاثہ جات ہیں، جن کے تحفظ کی ذمہ داری بھی تمام افغان باشندوں پر یکساں طور پر عائد ہوتی ہے۔ امارت اسلامیہ بنیادی طور پر ملک کے اسلامی اور ملی تشخص کے دفاع کے لیے سامنے آئی ہے۔ جو بین الاقوامی کمپنیاں افغان عوام کی بے لوث و بے غرض خدمت کے لیے معدنیات کے پروجیکٹس پر کام کرتی ہیں، امارت ان کے تمام کارندوں اور ان کے منصوبوں کے تحفظ کو اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتی ہے۔ افغانستان میں عوامی منفعت کی تنصیبات اور معدنیات کے پروجیکٹس کے تحفظ سے متعلق امارت کا جاری کردہ اعلامیہ پروپیگنڈا کوشش نہیں ہے، بلکہ امارت کے زیرِ نگیں علاقوں میں اس اعلامیے پر عمل ہوتا ہے۔ مفاد پرست اور جانب دار میڈیا کی کوشش ہوتی ہے کہ عوامی منفعت کی تنصیبات میں برپا کی جانے والی تخریب کاری کو امارت کے ساتھ نتھی کر دیا جائے، تاکہ اس کی آڑ میں وہ اپنے جرائم چھپا سکیں۔

اگرچہ امریکا اور اس کی کاسہ لیس کابل انتظامیہ امارت کے خلاف 'عوامی مفاد کو نقصان پہنچانے' کا پروپیگنڈا کرتے ہیں، لیکن دنیا خود امریکا کو زندہ لوگوں کو جلانے اور ہسپتالوں کو مسمار کرنے کے وحشیانہ عمل کی وجہ سے جانتی ہے۔ جنہوں نے قندوز میں ہسپتال پر حملہ کیا اور مریضوں کو نہایت وحشت و درندگی سے شہید کر ڈالا۔ جہاد کے دیگر مقاصد کے ساتھ ساتھ عبادت خانوں، عوامی منفعت کی تنصیبات، تجارتی مراکز، ہسپتال اور عوام کی بنیادی خدمت کے مراکز کی دیکھ بھال اور اُن کا تحفظ بھی ہے۔ امارت نے انہی اصولوں کے پیشِ نظر اپنے علامیوں اور اور پریس کانفرنسوں میں بارہا مجاہد لیڈروں کو اس بات کی تاکید کی ہے کہ وہ عوامی منفعت کی تنصیبات کو نقصان سے بچانے کی پوری کوشش کریں۔ اسی طرح امارت اسلامیہ نے افغانستان کے کئی علاقوں سے سماج دشمن عناصر کو تحویل میں لے کر ان کو شرعی نکتۂ نظر سے سزائیں دی ہیں۔ جس طرح امارت کے زیرِ نگیں علاقوں میں سماج دشمن عناصر کا خاتمہ کیا گیا ہے۔

اسی طرح بیرونی غاصبوں اور ان کے کاسہ لیسوں کا ان علاقوں سے صفایا کر دیا ہے۔ مزید بھی امارت کی کوشش رہتی ہے کہ بیرونی غاصبوں سے افغانستان کی آزادی، امن و امان کی بحالی کے ساتھ ساتھ محکوم و مقہور اہلِ وطن کی سہولت کے لیے عوامی منفعت کی تنصیبات، معدنیات اور پروجیکٹس کی تعمیر کے لیے اپنی جد جہد جاری رکھے گی۔

کابل انتظامیہ باہمی اختلافات کی مریض ہے

سیف العادل احرار

افغان حکام کے درمیان اختلافات روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں۔ دو سال قبل نام نہاد صدارتی الیکشن کے موقع پر صدارت کے لیے نامزد امیدواروں کی دوڑ میں شامل اشرف غنی اور جنرل دوستم ایک ہی پینل سے بالترتیب صدر اور نائب صدر کے طور پر نامزد تھے۔ اشرف غنی اور ڈاکٹر عبد اللہ عبد اللہ دونوں نے الیکشن کے بعد کامیابی کے دعوے کیے۔ دراصل عبد اللہ عبد اللہ جیت گئے۔ چوں کہ امریکا کے منظورِ نظر اشرف غنی تھے، اس لیے اختلافات کا جواز بنا کر دوبارہ الیکشن کرائے گئے، جن میں دونوں امیدواروں نے پھر سے اپنی اپنی کامیابی کے دعوے کیے۔ میڈیا پر اشرف غنی کی جیت کا اعلان کیا گیا، جس پر عبد اللہ عبد اللہ نے شدید ردِ عمل ظاہر کیا۔ جب کہ عبد اللہ عبد اللہ نے اشرف غنی حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کا اعلان کر کے اپنے ہزاروں حامیوں سمیت کابل میں احتجاجی خیمے کھڑے کر دیے، جس کی وجہ سے حالات کی خرابی کو روکنے کے لیے امریکا کو مداخلت کرنا پڑی۔ تب کے امریکی وزیر خارجہ جان کیری نے افغان قانون کے برخلاف ایک نیا فارمولہ طے کیا، جس کے مطابق اشرف غنی کو صدر اور عبد اللہ عبد اللہ کو چیف ایگزیکٹو مقرر کر کے دونوں کے دل ٹھنڈے رکھنے کا انتظام کیا گیا۔ جب کہ اعلان کیا گیا کہ دو سال تک لویہ جرگہ طلب کر کے اس غیر قانونی اسامی کو قانونی حیثیت دی جائے گی۔ دو سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے، اب تک صدر اور چیف ایگزیکٹو صاحبان غیر قانونی طور پر مسندِ اقتدار پر براجمان ہیں، جس پر افغانستان کے تمام سیاسی رہنما ان کی مخالفت کے لیے ایک گروپ بنائے کھڑے ہیں۔

کچھ عرصہ قبل اشرف غنی اور ان کے نائب صدر جنرل دوستم کے درمیان اختلاف کھل کر سامنے آئے ہیں، جس پر اشرف غنی نے ردِ عمل دیتے ہوئے دوستم کے روایتی حریف کمانڈر عطانور کے ساتھ معاہدہ کیا کہ وہ دوستم کے خلاف اشرف غنی حکومت کو سپورٹ کریں گے۔ واضح رہے کہ کمانڈر عطانور کا تعلق جماعت اسلامی سے ہے۔ جماعت اسلامی نے اس معاہدے سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے اعلان کیا کہ عطانور نے یہ معاہدہ ذاتی طور پر کیا ہے۔ جماعت اسلامی کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جس کی بنا پر عطانور اور جماعت اسلامی کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے۔ دوسری جانب اشرف غنی اور ان کے چیف ایگزیکٹو عبد اللہ عبد اللہ کے درمیان اختلافات عروج پر ہیں۔ اشرف غنی کسی صوبے کے لیے کوئی گورنر مقرر کرتے ہیں تو عبد اللہ اس کے خلاف ایکشن لے کر اپنا گورنر تعینات کر دیتے ہیں۔ اشرف غنی نے صوبہ غزنی کے مرکزی شہر کے لیے 'ڈی سی' مقرر کیا تو عبد اللہ عبد اللہ نے چوبیس گھنٹے کے اندر اس کو ہٹا کر اپنا ڈی سی مقرر کر دیا۔ اسی طرح میڈیا رپورٹ کے مطابق صوبہ غور کے لیے دونوں نے اپنا اپنا گورنر مقرر کیا۔

دیگر صوبوں میں بھی مخلوط حکومت کے حامیوں کے درمیان شدید اختلافات موجود ہیں۔ صوبہ اروزگان میں سابق کور کمانڈر مطیع اللہ کے حامیوں پر کمانڈر عبد الرازق کی ایما پر امریکا نے بمباری کر کے بارہ اہل کاروں کو ہلاک کروا دیا تھا۔ امریکا نے صوبہ فراہ میں بھی دو بار افغان نیشنل آرمی پر فضائی حملے کیے، جن میں متعدد اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے۔ یہ سب کابل انتظامیہ کے درمیان باہمی اختلافات کی کئی کھلی مثالیں ہیں۔ جب مجاہدین نے گزشتہ سال قندوز پر قبضہ کیا، تب بھی انتظامیہ میں شامل کچھ حلقوں نے اپنے اندرونی اختلافات کے باعث اس پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ جب کہ پس پردہ تعاون بھی کیا گیا۔ علاوہ ازیں ہلمند کے صوبائی دارالحکومت لشکر گاہ کے علاقے 'بولان' میں بھی مجاہدین سے تعاون کا ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ حکومت کی سطح پر تحقیقات کے بعد یہ رپورٹ سامنے آئی کہ وہ 'تعاون' گورنر اور کور کمانڈر کے اندرونی اختلافات کا 'ثمر' تھا۔

گزشتہ دنوں قندھار میں گورنر کے گیسٹ ہاؤس میں تین بم دھماکے ہوئے، جن میں متحدہ عرب امارات کے پانچ سفارت کاروں کے ساتھ قندھار کے نائب گورنر سمیت دیگر اعلیٰ حکام جاں بحق ہو گئے تھے۔ جب کہ امارات کے سفیر جمعہ

القادی، قندھار کے گورنر ہمایں ن عزیزی، حامد کرزئی کے قریبی رشتہ دار اور قندھار کے وزیر تجارت ہاشم کرزئی زخمی ہوگئے۔ اسی روز کابل اور ہلمند میں کٹھ پتلی انتظامیہ کے اعلی حکام پر مجاہدین کی جانب سے فدائی حملے کیے گئے۔ امارت کے ترجمان نے کابل اور ہلمند کے حملوں کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے قندھار کے واقعہ سے لاتعلقی ظاہر کردی، لیکن قندھار کے پولیس چیف کمانڈر جنرل عبدالرازق نے اس واقعے کا الزام 'حقانی نیٹ ورک' اور افغانستان کی مشرقی سرحد سے ملنے والے علاقے پاکستان پر لگادیا۔ میڈیا نے بھرپور کوشش کی کہ اس واقعہ میں مجاہدین ہی کو ملوث قرار دے کر قندھار کے گورنر اور پولیس جنرل عبدالرازق کے اختلافات سے عوام کی توجہ دوسری جانب مبذول کرادی جائے۔ میڈیا میں بار بار یہ کہا گیا کہ کابل اور ہلمند کی طرح قندھار کے واقعے میں بھی مجاہدین ملوث ہیں۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان قاری محمد یوسف نے اس واقعے کے فورا بعد جاری کیے گئے اعلامیہ میں واضح کیا کہ 'امارت اسلامیہ کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جب کہ حقیقت کے مطابق یہ واقعہ حکومت میں شامل اعلی حکام کے آپس کے اختلافات کا نتیجہ ہے۔'

ستم ظریفی ہے کہ زرخرید میڈیا بغیر تصدیق اور امارت کے ترجمان کی وضاحت کے باجود اس دھماکے کا الزام امارت اسلامیہ پر عائد کرکے صحافتی اخلاقیات کی تمام اقدار پامال کیے جارہا ہے۔ یہ عمل سراسر قابل مذمت ہے۔ تین دن گزرنے کے بعد ترجمان قاری محمد یوسف نے دوسرے اعلامیے میں دوبارہ وضاحت کی کہ 'امارت اسلامیہ کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، لیکن کابل انتظامیہ میں شامل بعض اعلی حکام اپنے اندرونی اختلافات کو چھپانے کے لیے بار بار اس کا الزام مجاہدین پر ڈال رہے ہیں۔ جس سے وہ اپنے مذموم مفادات پر اندھیرے میں رکھنا چاہتے ہیں۔ غلام میڈیا کی ہر وقت کوشش رہتی ہے کہ وہ امارت اسلامیہ کے خلاف منفی پروپیگنڈے کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دے۔ اس واقعے کو حد سے زیادہ اُچھال کر اس کا الزام مجاہدین پر لگانے سے اشرف غنی انتظامیہ کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ 'امارت اسلامیہ اور عرب امارات کے درمیان دوستانہ تعلقات میں دراڑ پیدا کردی جائے۔' قاری محمد یوسف نے واضح کیا ہے کہ اسی روز مجاہدین نے کابل اور ہلمند میں دشمن پر حملے کیے ہیں۔ مجاہدین جہاں حملے کرتے ہیں، وہ بلاخوف و خطر ان کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ البتہ جو حملہ مجاہدین نے نہیں کیا ہوتا، اُس کی ذمہ داری خوامخواہ قبول کرنا تو دور کی بات، اس کا الزام بھی قابل برداشت نہیں ہے۔ ترجمان کا مزید کہنا تھا کہ امارت اسلامیہ اور متحدہ عرب امارات کے درمیان سابق دورِ حکومت کے وقت اچھے تعلقات تھے۔ امارت اب بھی دوستانہ تعلقات کی خواہاں ہے۔ امارت کی کبھی بھی عرب ممالک پر حملوں کی پالیسی نہیں رہی ہے۔ وہ موقع تو بہت نازک تھا کہ امارات کا سفارتی وفد افغانستان کی تعمیرِ نو کے سلسلے میں ہمارے مظلوم اور غریب عوام کے ساتھ تعاون کرنے آیا تھا۔ ایسی حالت میں ان پر حملہ کرنا کوئی دانش مندی نہیں ہے۔

قندھار کے گورنر اور پولیس چیف عبدالرازق کے درمیان اختیارات، انکم ٹیکس کی خطیر رقم اور دیگر امور پر شدید اختلافات ہیں۔ اس سے چند دن قبل قندھار ائیرپورٹ پر تعینات پانچ خواتین پر نامعلوم افراد نے فائرنگ کرکے اُنہیں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ تب بھی مجاہدین نے اس واقعہ سے لاتعلقی کا اظہار کیا تھا۔ جب کہ قندھار کے جنرل عبدالرازق نے بھی پریس کانفرنس کرکے برملا اعتراف کیا تھا کہ 'اس واقعہ میں مجاہدین ملوث نہیں ہیں۔ اس حملے میں جو لوگ ملوث ہیں، وہ اُنہیں بخوبی جانتے ہیں۔' سوال یہ ہے کہ گیسٹ ہاؤس جیسے محفوظ مقام پر سخت سکیورٹی کے باوجود اندر بارودی مواد پہنچانا تب تک ناممکن ہے، جب تک وہاں تعینات سکیورٹی اہل کاروں کا تعاون شامل نہ ہو۔ جب کہ ریموٹ کنٹرول بم دھماکہ کرنا مشکل ترین کام ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ دھماکہ تب کیوں نہیں کیا گیا، جب مجاہدین کی لسٹ میں شامل ناپسندیدہ شخص جنرل عبدالرازق خود موجود تھے؟ دھماکہ تب کیا گیا، جب جنرل عبدالرازق گیسٹ ہاؤس سے اٹھ کر باہر چلے گئے تھے۔ اس کے چند منٹ بعد یہ دھماکہ کیا گیا، جو میڈیا کے کردار پر سوالیہ نشان ہے۔ اب تمام لوگوں کو یہ یقین ہے کہ اس واقعے میں جنرل عبدالرازق ہی ملوث ہیں۔ سوشل میڈیا پر یہ بات کثرت سے گردش کررہی ہے کہ اس واقعے میں جنرل عبدالرازق ملوث ہیں۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اب بھی زرخرید میڈیا جانب داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس واقعے میں مجاہدین کو ملوث قرار دینے کی کوشش میں ہے، تاہم یہ بات اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ انتظامیہ میں شامل بعض اعلی حکام کے درمیان اختلافات شدت اختیار کرگئے ہیں۔ ہر سطح پر شدید اختلافات کی وجہ سے حالات یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ ایک دوسرے پر دھماکے کیے جارہے ہیں۔

امارت کی پالیسیوں کا استقبال

امارت اسلامیہ نے شروع سے ہی اپنی داخلی وخارجی پالیسیاں اس ترتیب سے تشکیل دی ہیں، جس کی اصول پسندی اور جامعیت پر آج تک کوئی انگلی نہیں اٹھا سکا۔ دیگر ممالک کے داخلی امور میں دخل اندازی کا کوئی اقدام کیا گیا ہے اور نہ ہی آئندہ ایسا ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے، جو ہمسایہ ممالک کو نقصان پہنچانے کا سبب ہو۔ اگر کبھی عرب مسلمانوں کی مہمان نوازی کی ہے تو وہ بھی اسلام کے عائد کردہ فریضے کی ادائیگی اور افغان روایات کا تسلسل ہے۔ اب جب باہر کے مجاہدین اپنے اپنے علاقوں کو لوٹ گئے ہیں تو اس بات کے ثبوت میں کوئی مشکل نہیں رہی کہ امارت اسلامیہ اصلاح پسند پالیسی پر یقین رکھتی ہے۔ وہ علاقائی سطح پر خطے، امتِ اسلام اور مجموعی طور پر دنیا کے ساتھ اسلامی اصولوں کی روشنی میں بہتر تعلقات کو اسلامی نظام کے لیے مطلوب سرگرمیوں کے نتیجہ خیز ہونے کے لیے ضروری خیال کرتی ہے۔ اس کام کے لیے امارت اسلامیہ نے کبھی کسی سے سودے بازی کی ہے اور نہ ہی وہ اپنے مستقبل کو داغ دار دیکھنے کی روادار ہے۔

دوہزار سولہ کی 15 نومبر کو روس کے نمائندے 'ضمیر کابلوف' کی پریس ریلیز اور 29 نومبر کو افغانستان کے مفادات کے تحفظ کا عزم، جسے امارت اسلامیہ کے شعبہ نشرواشاعت نے شایع کیا، وہ واضح ثبوت ہیں، جن سے امارت کی جامعیت اور اصول پسندی نمایاں ہوتی ہے۔ باوجود یہ کہ ضمیر کابلوف نے کابل کے غلام ادارے کے ساتھ دس ہزار کلاشنکوفوں کی مدد کا اعلان بھی کیا ہے، لیکن وہ پھر بھی اس ادارے سے ناامید ہیں۔ انہوں نے اپنی امیدیں امارت کے ساتھ وابستہ کر رکھی ہیں۔ وہ امارت کی سیاسی قوت اور عسکری صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ امریکا اور کابل کی جارحانہ پالیسیوں سے اکتائے ہوئے روس، وسطی ایشیا اور دیگر آزاد ممالک امارت کی تعمیر پسندانہ پالیسی اور ہمسایہ ممالک کے ساتھ باہمی تعاون کے رویے کو اپنے لیے بھی نیک شگون قرار دیتے ہیں۔ وہ تدریجی طور پر امارت کی داخلی و خارجی پالیسیوں کو درست قرار دیتے ہوئے کابل انتظامیہ کو تمام بحرانوں کی جڑ سمجھتے ہیں۔

امارت اسلامیہ نے ماضی قریب میں 'تاپی تاسا' - '1000' - 'دمس' - 'عینک' اور 'ریلوے' کی طرح دیگر تجارتی مفادات کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہے۔ یہ وہ پالیسیاں ہیں، جن کا گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ امارت نے ہمیشہ اپنی پالیسی شریعتِ اسلام اور افغان روایات کی روشنی میں ترتیب دی ہیں۔ دنیا اور اپنے عوام کے ساتھ اِنہی دو بنیادی اقدار کی روشنی میں معاملہ کیا ہے۔ انہیں عملی جامہ پہنانے میں کوئی افسوس رہا ہے اور نہ ہی اِن پر عمل درآمد سے انکاری ہوئی ہے۔ جب اُس نے ملکی مفادات کے تحفظ کا اعلان کیا تو کسی حلقے کی طرف سے اس پر تنقید کی گئی اور نہ ہی اسے امارت کے ذاتی مفادات پر مبنی سیاسی چال بازی قرار دیا گیا۔

ہر طبقۂ خیال کے لوگوں نے بلاتوقف امارت کے اس عزم کو سراہا اور کہا کہ امارت کے ملکی دفاع، تمدن اور اقتصادی ترقی کے لیے سوچنا نیک شگون ہے۔ امارت کے اس عزم کو ایک ایسے وقت میں سراہا گیا، جب فریق مخالف کی طرف سے امارت کے ہر بیان کو شک کی نگاہ سے دیکھا جارہا تھا۔ اُسے چنداں اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔ امارت نے فوجی میدان میں جتنی کامیابیاں حاصل کی ہیں، سیاسی اور معاشرتی میدانوں میں بھی اتنے ہی کامیاب قدم اٹھائے ہیں۔ انہی ہمہ جہت کامیاب اسٹریٹجک پالیسیوں کی بدولت امارت کا ہر سطح پر گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ نتیجۃً کابل انتظامیہ کے قدم بھی ڈگمگا گئے۔ یہ انتظامیہ قومی و بین الاقوامی سطح پر دن بدن انحطاط کا شکار ہے۔ امارت اسلامیہ کی پالیسیاں جن بنیادی روایات کی روشنی میں بنائی گئی ہیں، اُنہیں ہر نکتۂ نظر کے لوگوں میں پذیرائی مل رہی ہے۔ اسی وجہ سے امید کی جارہی ہے کہ مستقبل قریب میں وہ لوگ بھی امارت اسلامیہ کی پالیسیاں قبول کرلیں گے، جو ہمیشہ ان کے ناقدر رہے ہیں۔

اِن شاء اللہ وہ وقت قریب ہے، جب بھی لوگ امارت اسلامیہ کے پرچم تلے ایک اسلامی مملکت کے قیام کے لیے اپنی توانائیاں صرف کرتے دکھائی دیں گے۔

اقوام متحدہ بے حس غلام ہے!

'اقوام متحدہ' اُنیس سو پینتالیس کے اکتوبر بنائی گئی تھی۔ اس کا مقصد دنیا بھر سے جنگوں اور اُن کے اسباب کا خاتمہ تھا۔ اقوام متحدہ نے بھی بظاہر اپنے منشور میں یہ لکھ رکھا ہے کہ تنازعات، تعصب اور عدم مساوات کے خلاف دنیا بھر میں سرگرمیاں منظر عام پر لائی جائیں گی۔ تمام انسانوں کو رنگ و نسل اور مذہب وملت کے امتیاز کے بغیر انصاف، امن اور خوش حالی فراہم کرنے کے لیے کوشش کی جائے گی۔

مغرب نے دنیا کو محفوظ بنانے کے نام پر نو آبادیاتی نظام کا جن بوتل سے نکال کر اُسے سلامتی کونسل کا نام دے دیا۔ اب اُس کے اہداف کو حاصل کرنے کے لیے اہم مسائل اور اہم فیصلوں کو ویٹو کرنے کا اختیار اپنے پاس رکھا۔ مغرب اقوام متحدہ بننے کے بعد آج تک سلامتی کونسل کے پلیٹ فارم کو اپنے استعماری مفادات کے تحفظ کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ بجائے یہ کہ سلامتی کونسل دیگر اقوام کے حقوق اور حق خودارادیت کا تحفظ کرتی، یہ ان کو بھی چھیننے کی مذموم کوشش میں رہتی ہے۔ اقوام متحدہ کے قیام کے 71 سال پورے ہو گئے ہیں۔ ہر سال ستمبر میں سلامتی کونسل کا ایک 'سربراہی اجلاس' ہوتا ہے، جس میں تمام رکن ممالک کے نمائندے شریک ہوتے ہیں۔ اگر اقوام متحدہ کی ستر سالہ کارکردگی کے بجائے صرف گزشتہ سال کے کارناموں، عزائم اور خاص طور پر امت اسلامیہ اور مسلمانوں کے مسائل اور ان کی مشکلات سے متعلق اس کے کردار کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اقوام متحدہ نے کبھی بھی مسلمانوں اور اسلامی ممالک کے لیے ہمدردی، مصالحت اور مثبت فکر کی پالیسی اختیار نہیں کی ہے۔

گزشتہ سال افغانستان، عراق، فلسطین، شام، لیبیا، کشمیر اور میانمار میں ہزاروں مظلوم مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا دی گئی ہیں۔ اِن علاقوں میں جنگ کے بجائے 'نسل کشی' کا بازار گرم کیا گیا ہے۔ جس کا واضح مقصد اسلام اور اہلِ اسلام کا خاتمہ ہے۔ فضائی اور ڈرون حملوں سمیت ہر قسم کے انسانیت سوز مظالم کا سلسلہ جاری رہا، جن میں ہزاروں بے گناہ مسلمان اور معصوم بچے وحشیانہ تشدد کا شکار ہوئے ہیں۔ گزشتہ سال کے دوران لاکھوں مسلمان اپنا ملک سے ہجرت پر مجبور ہو کر مغرب کی طرف چلے گئے ہیں، جہاں وہ مشکل صورت حال سے دوچار ہیں۔ وہ اُن ممالک میں ایک دُکھ والی صورت حال میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اقوامِ متحدہ کا کردار ان مشکلات اور مصائب کے حوالے سے ماضی کی طرح مبنی بر تعصب، جانب دارانہ اور غیر منصفانہ رہا ہے۔ جن اسلامی ممالک میں جنگ کی آگ لگی ہوئی ہے، ان میں براہ راست یا بالواسطہ طور پر امریکا اور مغربی ممالک ملوث ہیں۔ بلاشبہ اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل امریکا اور مغرب کی مرضی کے مطابق خدمات انجام دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اقوام متحدہ کا اختیار اُسی کے پاس ہے۔ امریکا اور مغرب نے افغانستان اور عراق میں جنگ کا محاذ گرم کیا ہے۔ وہ ہر قیمت پر جنگ کو طول دینے کی کوشش میں ہے۔ اس لیے وہ کبھی مزید فوجیوں کو بھیجنے کا اعلان کرتے ہیں۔ کبھی فضائی اور ڈرون حملوں، بی باون طیاروں کے استعمال کے احکامات جاری کیے جاتے ہیں۔ کبھی دنیا کے کسی بھی حصے میں امریکی مفادات کو چیلنج کرنے والے افراد کو نشانہ بنانے کا بہانہ بناتے رہتے ہیں۔

اس کے علاوہ عالمِ اسلام کا قدیم 'مسئلہ فلسطین' بے توجہی کا شکار ہے۔ اسے حل کرنے اور اسرائیلی غاصب حکومت کو ناجائز قبضے سے باز رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کا کردار صفر ہے۔ جب کہ امریکا نے اسرائیل کے ساتھ چار سو ارب ڈالر کے فوجی اور اقتصادی معاہدے کیے ہیں۔ اسی طرح مسئلہ کشمیر بھی ابھی تک حل نہیں کیا گیا۔ اقوام متحدہ کی قرارداد کے مطابق کشمیریوں کو حق خودارادیت دینے کے بجائے اُنہیں بھارتی مظالم کا شکار بنا رکھا ہے۔ کیوں کہ امریکا اور مغرب کی یہ کوشش ہے کہ وہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان جنگ کے لیے فضا ہموار کریں۔ اس خطے کو میدان جنگ میں تبدیل کر دیا جائے۔ شام کا مسئلہ امریکا، روس اور مغربی ممالک کی مداخلت کے باعث گمبھیر صورت اختیار کر گیا ہے۔ یہ پُرامن ملک ایرانی مذموم مقاصد کی بھینٹ چڑھا کر کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ لیبیا اور میانمار کے مظلوم مسلمان بھی انسانیت کے ٹھیکیدار کی سرد خاموشی میں ٹھٹھر رہے ہیں۔ آخر اقوام متحدہ نے گزشتہ سال مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لیے کیا کردار ادا کیا ہے؟

گزشتہ ماہ ستمبر میں اقوام متحدہ کا سربراہی اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں کسی نے بھی دنیا کو جنگوں کی آگ میں جلانے والے امریکا پر اعتراض، تنقید اور احتجاج نہیں کیا۔ کسی نے مسلمانوں کے حوالے سے بات کی اور نہ ہی کسی نے اس مسئلے کو موضوعِ بحث بنایا کہ اقوام متحدہ نے غیر جانب دارانہ طور پر مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لیے کیا کردار ادا کیا ہے؟ اقوام متحدہ کے اس اجلاس میں دنیا اور مسلم دنیا کے حکمرانوں کی بے حسی کے باعث مسلمانوں کے قاتل امریکی صدر بارک اوباما نے اپنے تمام جرائم پر پردہ پڑا رہنے دیا۔ جب کہ دنیا پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے نمائشی دہشت گردی کے خلاف جنگ جاری رکھنے کے عزم کا اظہار کیا۔ اس کی آڑ میں امتِ مسلمہ کی اقدار اور اسلامی تہذیب کو داؤ پر لگانے کے لیے انتقام لینے کا جواز پیش کیا۔ ہم برملا کہتے ہیں کہ اقوام متحدہ کا اجلاس مسلمانوں کے لیے مایوس کن رہا۔ یہ کوشش کی گئی کہ مسلمانوں کے زخموں پر مزید نمک پاشی کی جائے اور بغیر کسی نتیجے کے یہ اجلاس اختتام پذیر ہو گیا۔

میڈیا؛ مطلوب تیاری کی ضرورت ہے

معاصر دنیا میں میڈیا اور ابلاغیات کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ بین الاقوامی سطح پر میڈیا کا کردار مسلّم ہے۔ آج کل تمام ممالک کے اہل نظر کی کوشش رہتی ہے کہ حالات کے تقاضوں سے ہم آہنگ ملکی میڈیا کی ٹیم موجود ہو۔ اسلامی دنیا کی قیادت کی طرف سے کوششیں ہوتی رہتی ہیں کہ باقاعدہ مسلمانوں کی فکری اصلاح اور انہیں حالات سے باخبر رکھنے کے لیے میڈیا کے پروگرامات کا انعقاد کیا جائے۔ وہ جن میں ایک حد تک کامیاب ہیں۔ اُن کی اسلام اور اسلامی شعائر کے دفاع کے لیے کاوشیں قابل ستائش ہیں۔ جس طرح وقت اور حالات کے تقاضوں کے ساتھ ذرائع ابلاغ میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے اور جدید سے جدید کی فکر رہتی ہے، اسلام کی تعلیمات بھی یہی ہیں کہ ابلاغیات کے دستیاب وسائل کو بروئے کار لاکر اپنے اور اسلامی شعائر کی دفاع کا کام کیا جائے گزشتہ زمانے میں ایک شہر سے دوسرے شہر تک پیغام رسانی کے ذرائع کبوتر اور قاصد ہوا کرتے تھے، لیکن آج کی ترقی یافتہ دنیا میں اسی پیغام کو منٹوں، بلکہ سیکنڈوں میں پہنچا دیا جاتا ہے۔

جدید ٹیکنالوجی کی بدولت باہمی رابطے کی نئی شکلیں وجود میں آئی ہیں، جن میں ایک سوشل میڈیا بھی ہے۔ جس میں گزشتہ چند سالوں کے دوران حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے۔ یہ بھی دیکھنے میں آرہا ہے کہ سوشل میڈیا کی برق رفتاری نے الیکٹرانک میڈیا کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ پہلے ایسے ہوتا تھا کہ الیکٹرانک میڈیا جو مرضی چاہے، نشر کر دیتا تھا، لیکن اب سوشل میڈیا نے اتنی آسانی پیدا کر دی ہے کہ الیکٹرانک میڈیا کی ضرورت بہت کم رہ گئی ہے۔ جس طرح ترکی میں فوج نے اردگان کا تختہ الٹنے کی غلطی کی تو سوشل میڈیا ہی کے ذریعے اس منظم تحریک کو ناکام بنا کر حکومت کا تحفظ یقینی بنایا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس ٹیکنالوجی کے دور میں ہر کام کے مثبت اور منفی پہلو ہوتے ہیں۔ سوشل میڈیا کا منفی پہلو یہ ہے کہ ملحدین اور اسلام دشمن عناصر اسے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اسی سے وہ اسلام اور اسلامی اقدار کی تضحیک کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو اسلامی شعائر کے بارے میں شکوک و شبہات میں ڈالتے ہیں۔ اس کے لیے باقاعدہ منظم طریقے سے سوشل میڈیا پر گروپس بنا رکھے ہیں، جن کا مقصد اسلامی تعلیمات پر شکوک پیدا کر کے لوگوں کو غلط فہمیوں میں ڈالنا ہے۔ دوسری طرف المیہ یہ ہے کہ اس میدان میں جس طرح کام کرنے کی ضرورت ہے، وہ ہو نہیں رہا۔ حال یہ ہے کہ جو لوگ سوشل میڈیا سے وابستہ ہیں، وہ اسلامی فکر سمجھنے کے لیے وقت کی تنگی کا شکار ہیں۔ ان کو کتابیں پڑھنے کی فرصت نہیں ہے۔ بس سوشل میڈیا سے جو بوسیدہ مواد مل جاتا ہے، اُس پر یقین کر کے بیٹھ جاتے ہیں، جو خالص بے دینی پھیلنے کا سبب بنتا ہے۔

بہت کم تعداد ایسی ہے، جو اس میدان کو منظم طریقے سے استعمال کرتی ہے۔ وہ شریعت کے احکام اور اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کی ذمہ داریاں سر انجام دے رہی ہے۔ اس کا کام حقیقی معنوں میں سراہا جانا چاہیے۔ ایسے لوگوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ اس میدان میں مزید لوگوں کے آنے کی بھی ضرورت ہے، جو اس کمی کو پورا کریں۔ وہ اپنی خداداد صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہوئے لوگوں کو دین کا درست چہرہ دکھائیں۔ سوشل میڈیا کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر مسلم نوجوانوں کی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ خصوصی طور پر دینی مدارس کے نظام و نصاب میں سوشل میڈیا کی بنیادی معلومات کو جگہ دینی چاہیے۔ اگر نصاب میں جگہ نہیں دی جاسکتی تو اس کام کے مخصوص کورسز منعقد کروائے جانے چاہئیں۔ انہیں سوشل میڈیا پر الحاد و کفر کے مقابلے کا ڈھنگ سیکھ کر اسے استعمال کرنا چاہیے۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ آج پوری ملتِ کفر مسلمانوں کی فکری و نظریاتی بنیادوں کو متزلزل کرنے کے لیے سوشل میڈیا سے ہی کام لیا جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ سوشل میڈیا کی اہمیت کے پیش نظر مسلمانوں کی منتشر قوت کی شیرازہ بندی کی جائے۔ اس میدان میں منظم طریقے سے کام کر کے نوجوانوں کو بے دینی اور الحاد کے سیلاب سے بچانا چاہیے۔

اوباما کا تاریخی اعتراف

امریکی صدر بارک اوباما آج کل اپنی مدتِ صدارت کے آخری مراحل میں ہیں۔ آئندہ چند دنوں میں وائٹ ہاؤس میں نئے صدر ٹرمپ آجائیں گے۔ انہوں نے بین الاقوامی سیاست اور افغان جنگ کو امریکا کے حق میں اہم قرار دیا ہے، لیکن اسی کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف بھی کیا ہے کہ امارت اسلامیہ کو شکست دینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اوباما نے یہ گفتگو امریکی ریاست فلوریڈا کے ائیرپورٹ پر امریکی افواج سے تبادلہ خیال کرتے ہوئے کہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ 15 سالوں سے جاری جنگ نے امریکا میں ہی قیام امن کو ممکن بنایا ہے، لیکن افغانستان میں اس جنگ نے امن قائم کیا ہے نہ مجاہدین کی قوت کو توڑا جاسکا ہے۔ امریکی صدر نے مزید کہا کہ آنے والے صدر کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ افغان جنگ کو کامیابی کی طرف لے جائیں۔ کیوں کہ وہ داعش اور القاعدہ کو امریکی افواج کی طرف سے شکست دینے کے پابند ہیں۔ جب کہ امریکا امارت اسلامیہ کو ہی شکست دینے میں ناکام رہا ہے۔ اوباما نے یہ بات ایسے وقت میں کہی ہے، جب پچھلے آٹھ سالوں سے وہ مسلسل یہ بات کرتے رہے ہیں کہ افغان جنگ جیتنے اور جاری بحرانوں سے نمٹنے کے لیے ہمہ جہت تیار رہنا ہوگا۔

جب دوہزار بارہ میں امریکی افواج نے القاعدہ کے سربراہ اسامہ بن لادن کو پاکستان میں شہید کیا تو صدر اوباما نے کہا تھا کہ افغانستان میں جاری جنگ اختتام کو پہنچ گئی ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی تھی کہ مجاہدین میں وہ قوت وصلاحیت نہیں رہی، جس کے ذریعے وہ امریکی افواج پر حملے کرسکتے ہیں۔ اوباما کے بعد کے بیانات نے ثابت کیا ہے کہ افغانستان میں امریکا کی کامیابی کے دعوے غلط اور بے بنیاد ہیں۔ امریکا اور نیٹو پچھلے دس سالوں سے امارت اسلامیہ کے ہاتھوں شکست وریخت سے دوچار ہیں۔ اُن کی تمام تزویراتی پالیسیاں ناکام ہیں۔

چوں کہ اُن کے پاس میڈیا کی قوت ہے، اس لیے وہ واقعات اور حقائق کو اپنے مطلب کا رنگ دے کر عوام کو گمراہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ خود امریکی افواج اور وائٹ ہاؤس کے مکین یہ چاہتے تھے کہ واقعات اور حقائق کو خفیہ ہی رکھا جائے۔ اوباما کی گفتگو میں یہ نکتہ بھی اہمیت کا حامل ہے کہ افغانستان میں جاری جنگ سے صرف امریکا میں امن قائم ہوا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ افغانستان پر تسلط اور وہاں پندرہ سالوں سے جاری جنگ کا واحد مقصد یہ تھا کہ امریکا کو امن میں رکھا جائے۔ امریکی حکام یہ دلائل دیتے ہیں کہ افغانستان کی جنگ سے پوری دنیا کا امن وابستہ ہے۔ بالخصوص افغانستان کی ترقی اور خوش حالی اسی سے وابستہ ہے، لیکن اوباما کی گفتگو نے ثابت کیا ہے کہ امریکا نے افغانستان اور پوری دنیا کے سامنے سفید جھوٹ بولا تھا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ امریکا نے قصداً افغانستان پر طویل عرصے تک جنگ مسلط کرنے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ یہی نہیں، بلکہ افغانوں کو مختلف مشکلات اور مصائب میں ڈالنے کے لیے بھی پورے جتن کر رکھے ہیں۔ تاکہ افغانوں کو اپنے مسائل اپنے طور پر حل کرنے کی فرصت ہی نہ ملے۔ ان کے قتل کے لیے مختلف حیلوں اور بہانوں سے ناجائز توجیہات تراشی جاتی ہیں۔

اس لیے یہ کہنا بجا ہے کہ دو غلاموں (اشرف غنی، عبداللہ عبداللہ) کو میدان میں اتارنا امریکا کا وہ مذموم پلان ہے، جس کا مقصد افغانستان میں بدامنی اور انارکی پھیلانا تھا۔ تاکہ فقر وغربت اور بے یقینی کی کیفیت پورے طور پر عروج پر ہو۔ جس کے نتیجے میں افغانوں کو امریکا کے سامنے غلام بنا کر رکھا جاسکے۔ پچھلے پندرہ سالوں سے امریکا کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ افغانوں کو پڑوسی ممالک کے ساتھ لڑائے اور ان کے درمیان اخوت وبھائی چارے کا ماحول ختم کردے۔ اس کی یہ کوشش بھی ہے کہ یہاں لسانی، مذہبی اور قومی اختلافات کو ہوا دے کر افغانستان کو مزید پسماندہ کیا جائے۔ امریکا اپنے خفیہ اور ظاہری حربوں کے ساتھ اپنے کٹھ پتلی غلاموں کے ذریعے افغانستان سے مقدس جہاد کو ختم کردے، لیکن اس جنگ میں اللہ تعالی نے امریکہ اور نیٹو کے لیے ذلت آمیز شکست مقدر کر رکھی ہے۔ امریکا کو جانی ومالی کئی طرح کا نقصان اٹھانا پڑا ہے، لیکن افغانستان کے معروضی حالات اب بھی امارت اسلامیہ کے حق میں ہیں۔

امریکا کی پوری کوشش ہے کہ وہ افغانوں کے ذہن میں یہ بات ڈال دے کہ امریکا ایسی طاقت ہے، وہ جب بھی اور جہاں بھی چاہے، جو چاہے کرسکتا ہے۔ امریکا نے اپنے اسی مقصد کی تکمیل کے لیے بگرام اور گوانتاناموبے جیسے وحشت بھرے جیل بنائے، تاکہ افغانوں کو بتا سکے کہ ان میں امریکا کے مقابلے کی سکت نہیں ہے۔ اگر کہیں مقابلے کے لیے کوئی قوت ابھرتی بھی ہے تو اس کا انجام بھی یہی جیل ہوں گے۔ لیکن اللہ تعالی نے امریکیوں کے وحشت ناک ظلم کو بے اثر اور رسوا کردیا ہے۔ افغانستان کے تمام غیور عوام نے ہمت اور ایمانی جذبے کے ساتھ مجاہدین کو اپنے گھروں اور خیموں میں جگہ دے کر اُن کی ہر طرح سے مدد کی ہے۔ ہر قسم کی مصیبتیں جھیلیں، لیکن وہ مجاہدین کی مدد سے دست بردار نہیں ہوئے ہیں۔

انہی وجوہات کی بنا پر اوباما جاتے جاتے یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے کہ ہم اپنے تمام تر وسائل اور مختلف قسم کی سازشوں کے باوجود مجاہدین کو شکست دینے میں مکمل طور پر ناکام ہیں۔ اوباما کے اس تاریخی اعتراف کے بعد یہ بات بھی ثابت ہوگئی ہے کہ امریکیوں نے افغانستان میں تاریخی شکست کھائی ہے۔ اور امارت اسلامیہ کے بانی ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی وہ پیش گوئی بھی حق اور سچ ثابت ہوئی کہ امریکا افغانستان میں ذلت آمیز شکست کھا کر رہے گا۔

امارت اسلامیہ مستحکم ہے

گزشتہ پندرہ برسوں کے دوران جب بھی امارت اسلامیہ کے سرفروش مجاہدین نے قابض افواج اور ان کے حواریوں کو افغانستان کے کسی بھی حصے میں بھاری نقصان پہنچایا، وسیع علاقوں پر قبضہ کیا اور اُنہیں انتہائی حساس مراکز میں ہلاک اور زخمی کیا تو اس وقت شیطان کے پیروکار مجاہدین کی کامیابی اور اپنی شکست کو چھپانے کے لیے امارت اسلامیہ کے نام نہاد اندرونی مسائل کی طرف انگلیاں اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح بے بنیاد اور من گھڑت رپورٹوں اور انٹرویوز کا سہارا لیا جاتا ہے کہ امارت اسلامیہ کے اندرونی اختلافات شدت اختیار کر گئے ہیں۔

بلاشبہ 'عمری آپریشن' کے دوران کابل کی کٹھ پتلی حکومت کو افغانستان بھر میں مسلسل شکست کا سامنا ہے۔ حکومت کا دائرہ اختیار سرکاری عمارتوں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ دشمن کے تمام منصوبے درہم برہم ہو کر رہ گئے ہیں۔ چند سو مجاہدین نے قندوز میں 12 ہزار مزدور فوجیوں کو تاریخی شکست دے کر چار گھنٹے میں قندوز شہر فتح کر لیا۔ ہلمند کے دارالحکومت لشکر گاہ کے چند حلقوں اور سرکاری عمارات کے علاوہ یہ صوبہ مکمل طور پر فتح ہو چکا ہے۔ اب یہاں سفید پرچم لہر رہا ہے۔ مجاہدین صوبہ فراہ، اروزگان اور بغلان کے دارالحکومت کے دروازوں پر دستک دے رہے ہیں۔ اسی طرح افغانستان کی تمام اہم شاہراہیں مجاہدین کے کنٹرول میں ہیں۔

جب دشمن مجاہدین کی طاقت اور بلند مورال دیکھ کر مقابلے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے تو پھر پروپیگنڈے اور جھوٹ کا سہارا لیتا ہے۔ اس کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ گزشتہ دنوں صوبہ بادغیس کے ضلع مرغاب میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا، جس میں ہرات کے کمانڈر جنرل سمیت اہم افراد مارے گئے تھے۔ اس واقعہ میں ہیلی کاپٹر مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔ ہرات کے 207 یونٹ کا سربراہ کمانڈر جنرل میجر محی الدین غوری، ہرات کے انٹیلی جنس افسر، بادغیس کی صوبائی کونسل کے سربراہ، انٹیلی جنس کے سربراہ اور بادغیس کی صوبائی کونسل کے ارکان سمیت 11 اہم سرکاری حکام اور فوجی ہلاک ہو گئے تھے۔ دوسری جانب مجاہدین کا کہنا ہے کہ وہ جلد ہیلی کاپٹر کو مار گرانے کی فوٹیج جاری کریں گے کہ اسے کس طرح نشانہ بنا کر مار گرایا گیا تھا۔

زبوں حال دشمن اپنے بڑے نقصانات اور حقیقت کو عوام سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے کہ مجاہدین کس طرح اس کے جدید ہیلی کاپٹروں کو نشانہ بنا کر مار گراتے ہیں؟ اس حقیقت کو عوام سے چھپانے کے لیے میڈیا کے ذریعے یہ پروپیگنڈہ شروع کیا گیا ہے کہ مجاہدین مالی لحاظ سے کمزور ہو گئے ہیں اور وہ مزید جنگ کی سکت نہیں رکھتے ہیں۔ ہم ان بے خبر اور کمزور حلقوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ جو مجاہدین چار گھنٹے کے دوران ایک بڑے صوبے کو فتح کر سکتے ہیں۔ پانچ سو مجاہدین ایک شہر میں جدید ہتھیاروں سے لیس 12 ہزار فوجیوں کو تاریخی شکست دے سکتے ہیں۔ چند ماہ کے دوران دشمن کے 13 ہیلی کاپٹروں، دو F16 طیاروں اور 7 جاسوس امریکی طیاروں کو مار گرا سکتے ہیں تو یہ ان کی عسکری قوت اور مضبوط اقتصاد کی علامت ہے یا کمزوری کی نشانی ہے؟

دشمن اور جاسوس حلقے یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ امارت اسلامیہ افغانستان کے اکثر حصوں اور وسائل پر کنٹرول رکھتی ہے۔ آئے روز بے مثال فتوحات حاصل ہو رہی ہیں۔ وسائل اور عسکری ساز و سامان بطور غنیمت ان کے ہاتھ لگتا ہے۔ اس لیے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ باہر سے مالی امداد آئے اور یا اس کے انتظار میں اپنی جہادی کارروائیوں اور منصوبہ بندیوں کو ملتوی کر رکھیں۔

اسلامی تعلیمات اور دہشت گردی... ایک حقیقت پسندانہ تجزیہ

امن، اللہ تعالی کے بڑے نعمتوں میں سے ہے اور انسان کے لیے اس کی ضرورت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ جس طرح انسان کے لیے غذا اور ہوا ضروری ہے امن بھی اتنا ہی ضروری اور اہم ہے۔ جہاں امن ہو گا وہاں علمی ترقی ہو گی اور تہذیب و تمدن کے آثار ہوں گے۔ لیکن جہاں بدامنی ہو گی، غارت گری و لاقانونیت کا دور دورہ ہو گا وہاں علمی ترقی مفقود اور تہذیب و تمدن انحطاط پذیر ہونے لگتا ہے۔ اور قرآن نے بھی جابجا اللہ تعالی کے جن نعمتوں کا ذکر کیا وہاں امن کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے اسی لیے ایک صحت مند و توانا معاشرے کا قیام امن کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ اور امن کے قیام میں رکاوٹ کو دہشت گردی سے تعبیر کیا جاتا ہے جو معاشرے کی ترقی و بہبود کے لیے سم قاتل ہے۔

اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے وہ عدل و انصاف کا نقیب ہے۔ رحم اور عفو در گزر سے زیادہ کوئی چیز اس کی بارگاہ میں مقبول نہیں۔ ظلم و جور اور ناانصافی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں جو اسے ناپسند ہو اس نے خدا کو جس نام سے بار بار یاد کیا وہ رحمن و رحیم ہے۔ اور اس مذہب کے ماننے والوں کو مومن اور مسلم کا نام دیا گیا۔ مومن امن سے ماخوذ ہے یعنی امن دینے والا اور مسلم سلم سے ہے یعنی صلح کرنے والا۔ امن اور سلامتی اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے بارے میں فرمایا ان کے مال بھی ہمارے مال کی طرح اور خون بھی ہمارے خون کی طرح ہے "دماھم کدمائنا و اموالھم کاموالنا" قرآن مجید نے عدل و انصاف پر زور دیتے ہوئے کہا کہ کسی طبقے کی برائی تم کو ناانصافی کے راستے پر نہ لگائے اور تم ان کے ساتھ بھی انصاف ادا کرو "ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی" مذہبی معاملات میں بھی ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا حکم دیا گیا "لنا اعمالنا و لکم اعمالکم" اسلام نے اس بات کی بھی اجازت نہیں دی کہ ایک شخص کے جرم کا بدلہ دوسرے شخص سے لیا جائے اور کچھ مجرموں کی وجہ سے بے قصور لوگوں انتقام کا نشانہ بنایا جائے "لا تزر وازرۃ وزر اخری" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے حقیقی مسلمان وہی ہے جس سے اس کے پڑوس کے لوگ امن میں ہو۔ ظاہر ہے ان تعلیمات سے بہرہ مند انسان کبھی بھی امن کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا اور نہ ہی دہشت گردی کا سوچ سکتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ دہشت گردی ہے کیا۔ جس کے خلاف 2001 سے امریکہ کی قیادت میں تمام مغربی اقوام نے پوری دنیا کا امن تہہ و بالا کیا اور پوری دنیا پر جنگ مسلط کی۔ کیا ظلم و جور اور قتل غارت گری کا بازار گرم کرنا دہشت گردی ہے یا اس ظلم کے خلاف احتجاج کرنا بھی دہشت گردی ہے؟

ایک حقیقت پسند انسان کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ظلم کے خلاف احتجاج بھی دہشت گردی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ تمام مذاہب کا اس بات پر اتفاق بھی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس وقت دنیا میں جو قومیں جتنی زیادہ دہشت گرد ہیں وہ اسی قدر دوسروں کے دہشت گرد ہونے کا شور مچاتی ہیں حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں جتنے ناحق خون بہائے اور بے گناہ انسانوں کی کھوپڑیوں سے جو مینار بنائے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ افغانستان پر پچھلے 15 سالوں سے جو آگ برسا رہا ہے اس نے شرافت و انسانیت کی تمام قدروں کو پامال کر دیا۔ تازہ مثال رواں مہینے کے شروع میں صوبہ قندوز پر بمباری ہے جس میں 50 مکانات تباہ اور 60 سے زائد شہری شہید ہوئے۔ جن میں زیادہ تر تعداد بچوں اور خواتین کی تھی۔ اسی طرح مشرق وسطی میں پچھلے کئی سالوں سے قتل و غارت گری کی ننگی رقص جاری ہے۔

دراصل امریکہ اور نیٹو کا مسئلہ دہشت گردی ہے ہی نہیں یہ تو ایک بہانہ ہے اصل مقصد دنیا کی جغرافیائی حدبندیاں ہیں جس کے ذریعے وہ دنیا کے وسائل پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ اگر واقعی دہشت گردی کا خاتمہ امریکی جارحیت کا مقصد ہے تو پھر عیسائی دنیا میں درجنوں تنظیمیں ایسی ہیں جن پر دہشت گردی کا لیبل شاید افغانستان سے بھی زیادہ موزوں نظر آئے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

* شمالی آئرلینڈ کی آئی آر اے جو انگلستان سے علیحدگی کے لیے ایک عرصے سے مصروف کار ہے۔ جنوبی امریکہ کے ملک پیرو کی ماؤسٹ سینڈ ڈیر ولو مینوزو۔ * آرجنٹائن کے آخری آنکا نامی بادشاہ کے نام پر بنی ہوئی Tupaar aaru * اٹلی کی ریڈ بریگیڈ * جاپان کی ریڈ آرمی * جرمنی کی بادر منہوف * سری لنکا کے تامل ٹائگرز * سپین کی مشہور زمانہ ای ٹی اے جو باسک وطن کی آزادی کے لیے طویل عرصے سے برسرپیکار ہے۔ اور خود امریکہ کی بدنام زمانہ سی آئی اے جن کی انسانیت سوز مظالم کی داستانیں اب کوئی راز نہ رہا اور دنیا بھر میں اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کے لیے دہشت گردی کرنا، آبادیاں تباہ کرنا اور انسانوں کو تہ تیغ کرنا ان کے مقاصد میں شامل ہے۔ ان سب کے ہوتے ہوئے افغانستان جیسے پسماندہ ملک پر چڑھائی کرنا اور دہشت گردی کا ڈھونگ رچانا امریکہ کے دوغلے پن کے سوا کچھ بھی نہیں۔ لہذا اب وقت آ گیا کہ امریکہ اور مغرب دہشت گردی کے خلاف جنگ سے متعلق پالیسیوں پر نظر ثانی کرے اور پچھلے 15 سالوں سے بقول ان کے دہشت گردی کی شرح میں کمی کے بجائے اگر اضافہ ہی ہوا ہے تو اپنی ناکامی کا اعتراف کر کے افغانستان سمیت تمام اسلامی ممالک سے اپنے بوریا بستر گول نکل جائے اسی میں ان کی عافیت ہے اور اسی میں وہ مزید جانی و مالی نقصان بچ سکتا ہے۔

اسلامی تہذیب کے خلاف پروپیگنڈا

انعام الحق

کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کے دورِ اقتدار میں افغان عوام کی تمام مذہبی اور قومی اقدار کی توہین کی گئی۔ امریکی فوجیوں کی جانب سے افغانستان کے مختلف علاقوں میں مساجد اور دینی مدارس پر حملے کیے گئے۔ بگرام ایئر بیس میں موجود امریکی جیل میں مسلمانوں کی مقدس مذہبی کتاب 'قرآن پاک' کی بے حرمتی کی گئی۔ مقدس اسلامی اقدار اور اسلامی تہذیب کی توہین اور اس کے خلاف پروپیگنڈے کے سلسلے میں حال ہی میں کٹھ پتلی انتظامیہ کے حواریوں نے تعلیمی نصاب میں شامل اسلامی مضامین کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نصاب میں شامل یہ مضامین نوجوانوں کو 'تشدد' (جہاد) پر اکسانے کا سبب بنتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ مضامین انتظامیہ کے خلاف بغاوت کی ترغیب دینے کا باعث ہیں۔

یہ پروپیگنڈا پہلی بار انتظامیہ میں شامل کچھ پارلیمانی ارکان کی جانب سے کیا گیا تھا، جب کہ اب تمام مغرب نواز میڈیا میں اس کا چرچا عام ہے۔ کابل انتظامیہ کو بنیادی طور پر امریکا نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے قائم کر رکھا ہے۔ اس نے ہمیشہ 'کرائے کی حکومت' کا کردار ادا کیا ہے۔ جب امریکا اس نتیجے پر پہنچا کہ کابل انتظامیہ کے خلاف افغان مجاہد عوام کی مزاحمت ختم کرنا ممکن نہیں ہے تو اس نے بالواسطہ مزاحمت کے ان اسباب اور عوامل کو ختم کرنے کے لیے سازش شروع کر دی، جو فکری اور نظریاتی لحاظ سے جہادی مزاحمت میں تیزی لانے کے ظاہری اسباب ہیں۔

گزشتہ پندرہ سالوں کے دوران آئمہ مساجد، مدارس، اسکولز، کالجز اور یونیورسٹیز کے جہادی جذبے سے سرشار طالب علموں نے ایک مضبوط طاقت کے طور پر امریکی حملہ آوروں کے خلاف نظریاتی حوالے سے شعوری مقابلہ کیا ہے۔ اگرچہ اسلام اور سرزمین جہاد کے دفاع اور جذبۂ حریت سے سرشار طلبا قابض افواج اور کٹھ پتلی انتظامیہ کے زیرِانتظام علاقوں میں رہتے ہیں یا اُن کے تعلیمی اداروں میں پڑھتے ہیں، لیکن ان کے دل و دماغ اسلام اور مذہبی عقائد کے تحفظ کے دفاع سے معمور ہیں۔ انہوں نے اپنے دعوتی، تعلیمی اور علمی میدان میں کابل انتظامیہ کی بدعنوانی، استعماری فوج کے مظالم و جنگی جرائم خلاف ایسی اَن تھک جدوجہد کی ہے، جس سے امریکا اور کٹھ پتلی انتظامیہ بے بس نظر آ رہی ہے۔

امریکا اور اس کی کٹھ پتلیوں کے لیے جہادی فکر کے حامل طلبا کا مقابلہ کرنا دشوار اور مشکل کام ہے۔ اس لیے اب وہ چاہتے ہیں کہ بالواسطہ طور پر ان خیالات اور نظریات کے خلاف اقدامات کیے جائیں، جو افغان نوجوانوں اور طلبا کو جذبۂ جہاد سے سرشار بناتے ہیں۔ انہوں نے مختلف حیلوں بہانوں سے ان نظریات اور افراد کو ختم کرنے کی کوشش شروع کر رکھی ہے، جو سرزمینِ جہاد پر ناجائز قبضے کے خلاف جہادی روح کے لیے باعثِ تقویت ہیں۔ نصابِ تعلیم میں شامل 'اسلامی تہذیب کا مضمون سوویت یونین کے خلاف جہاد کی واحد یادگار ہے، امریکا اور کٹھ پتلی انتظامیہ اس اہم مضمون کے اثرات سے پریشان ہیں۔ اسلامی ثقافت کے حوالے سے مضامین نوجوان نسل کو اپنے دین و ملت کے دفاع کا درس دیتے ہیں۔ انہیں اسلامی اور مذہبی اقدار سے روشناس کراتا ہے۔ اُن کے سامنے غیرت، حیا اور قربانی کی اہمیت اجاگر کرتا ہے۔ اس لیے مذہبی اور علمی اہمیت کے پیشِ نظر ایسے مضامین اس قابل ہیں کہ یہ تمام تعلیمی اداروں میں بطور لازمی مضمون پڑھائے جائیں۔ اگر یہ مضمون تعلیمی اداروں کے نصاب میں شامل نہ ہوتا تو مستقبل کے تمام حکام کابل حکومت کے جاہل سربراہ اشرف غنی جیسے ہوتے، جنہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو (العیاذ باللہ) 'خدا کا پوتا' قرار دیا۔ جب کہ نمازِ جنازہ میں تکبیر کہنے کے بجائے رکوع میں چلے جاتے ہیں اور دعا پڑھنے کے بجائے ہاتھ اُوپر اٹھا لیتے ہیں۔

اسی اسلامی ثقافت کے مضمون کی بدولت نئی نسل اور طالب علم اسلامی تعلیمات سے روشناس ہو رہے ہیں۔ افغانستان ایک اسلامی ملک ہے۔ یہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ تعلیمی اداروں میں اسلامی تعلیمات اور اسلام کے بارے میں بنیادی مضامین شامل کیے جائیں۔ جب اِن تعلیمی اداروں میں زیورِ تعلیم سے آراستہ ہونے والے مستقبل کے ڈاکٹر، انجینئر، وکیل، ماہرینِ اقتصادیات اور سیاست دان اسلامی عقیدے اور اسلامی اصولوں سے باخبر ہوں تو وہ کبھی بھی اپنے ملک اور عوام کے خلاف غداری کے مرتکب نہیں ہوں گے۔ باشعور مسلمان ہمارے معاشرے کی اہم ضرورت ہیں۔ کیوں کہ ایسے لوگ اپنے مذہب و ملت کے لیے ہر قسم کی قربانی کے جذبے سے سرشار ہوتے ہیں۔ یہی لوگ سرزمین جہاد اور قوم کے لیے بہترین خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

افغان فوج مجاہدین کے ہاں پناہ گزین

دورانِ لڑائی جب دشمن یہ محسوس کرلیتا ہے کہ اب اُس میں مزید جنگ کی ہمت نہیں ہے تو وہ میدان سے بھاگ جاتا ہے یا پھر مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ افغانستان کے مختلف صوبوں میں افغان فوج کے ہتھیار ڈالنے کا سلسلہ مزید دراز ہوتا جارہا ہے۔ افغان فوج نے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ ہم امریکی مفاد کے لیے لڑ رہے ہیں۔ امریکا ہی کی طرف سے ہمیں تنخواہ اور دیگر مراعات ملتی ہیں۔ افغان فوج کے مجاہدین کے ساتھ ملنے کا ایک اَور سبب یہ ہے کہ صدر اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ کے درمیان سخت اختلافات ہیں۔ اُن کے درمیان ہم آہنگی کا فقدان ہے۔ سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ گزشتہ کچھ عرصے میں مجاہدین نے قندوز، ہلمند، قندھار، زابل اور دیگر کئی علاقوں میں کامیابیاں حاصل کر کے امریکی اسلحہ پکڑ لیا ہے۔ یہ اسلحہ مجاہدین کی قوت اور اُن کے مورال میں غیر معمولی اضافے کا باعث بنا ہے۔

جب سے مجاہدین کو مختلف کارروائیوں میں مؤثر اسلحے کی بھاری مقدار ہاتھ لگی ہے، تب سے مجاہدین کے جنگی مورال میں قابلِ توجہ اضافہ ہوا ہے۔ جب کہ دوسری طرف مجاہدین کے پاس اسلحے سے بڑھ کر مؤثر ترین نظریۂ جہاد بھی ہے، جس سے فریق مخالف تہی دامن ہے۔ یہ دونوں اسباب مجاہدین کی کامیابی اور امریکا سمیت اُس کی کٹھ پتلیوں کے لیے شکستِ فاش کا ذریعہ بن گئے ہیں۔ اسی لیے گزشتہ کچھ عرصے سے یہ مشاہدہ ہورہا ہے کہ جب مجاہدین کسی ضلع پر حملہ آور ہوتے ہیں تو بہت ہی کم وقت میں وہ علاقہ فتح ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اب امریکی ڈرون بھی کم ہی نظر آتے ہیں، اگرچہ جنگ میں افغان فوج کو ناقابلِ تلافی نقصان ہی کیوں نہ پہنچ رہا ہو۔

مجاہدین کی کامیابیوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ امریکی ڈرون اور جاسوسی طیارے تھے۔ اب عام طور ان طیاروں کے ذریعے امریکا کارروائی نہیں کرتا۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ امریکی حکام افغان فوج سے سخت نالاں ہیں، کیوں کہ جب طورخم بارڈر پر پاکستان اور افغانستان کے درمیان لڑائی ہوئی تھی، تب دونوں اطراف کے چھ سات افراد مارے گئے تو امریکا نے کوئی ردِ عمل نہیں دکھایا۔ حالانکہ افغانستان کے ساتھ امن معاہدہ بھی ہوا تھا اور اس معاہدے میں یہ بات بھی شامل تھی کہ افغانستان پر حملہ امریکا پر حملہ تصور کیا جائے گا۔

اب مجاہدین نئی قوت اور نئے تجربے کے ساتھ ایک ایسی جنگ میں مصروف ہیں، جس کا فائدہ ان کو براہ راست مل رہا ہے۔ افغان فوج کا کھلے عام مجاہدین کے ساتھ مل جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ میڈیا کے میدان میں کافی آگے جا چکے ہیں۔ اب کچھ عرصے میں ایک بہت بڑی تبدیلی آنے والی ہے۔ جس سے کثیر تعداد میں افغان فوجی مجاہدین کے ساتھ مل جائیں گے۔ جب بھی کوئی گروہ مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہوتے ہیں تو اس کی ویڈیو ویب سائٹ اور سوشل میڈیا پر چلائی جاتی ہے، جس میں مجاہدین کا افغان فوجیوں کے ساتھ حسن سلوک دیکھ کر دوسرے فوجی متاثر ہوتے ہیں۔ جس سے اُنہیں بھی فکر و شوق پیدا ہوتا ہے کہ مجاہدین کے ساتھ مل جائیں۔

چند دن قبل ایک افغان نوجوان نے کلاشنکوف کا برسٹ مار کر امریکیوں کا قصہ تمام کر دیا تھا۔ اس جیسے کئی واقعات ہوئے ہیں، جن میں افغان فوج نے اپنے ہی ساتھیوں کو یا امریکیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

اب امریکی افواج مجاہدین کے بجائے اپنے ہی محافظوں یعنی افغان فوج سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ مجاہدین نے اپنے لیے عوام کے دلوں میں جگہ بنالی ہے۔ اب وہ وقت دور نہیں کہ افغان عوام کی مجاہدین کے ساتھ یہ محبت مزید بڑھ جائے گی۔

افغانستان میں امریکا کی پچاس سالہ جنگ

افغانستان پر امریکی جارحیت کی ابتداء میں مغربی میڈیا پر یہ بات عام تھی کہ امریکا اور نیٹو کا مقصد صرف القاعدہ اور طالبان کا خاتمہ ہے۔ بیرونی قوتیں یہاں طویل عرصے کے قیام کے لیے نہیں آئیں، مگر بات اس وقت آشکارا ہوگئی، جب تقریباً تین سال قبل حامد کرزئی کے دور حکومت میں ری پبلکن جماعت کے ایک بڑے عہدیدار 'لینڈسی گراہم' ہندوستان کے سرکاری دورے پر آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک موقع پر وائٹ ہاؤس حکام سے مطالبہ کیا کہ 'اب وقت آچکا ہے کہ کابل انتظامیہ سے بات صاف کر لی جائے کہ ہم افغانستان میں دائمی اڈوں اور چالیس پچاس سال تک رہنے کے لیے آئے ہیں۔

اس وقت موضوع کی حساسیت کے حوالے سے بہت بڑا ردِ عمل اٹھا اور عوام کی اکثریت نے امریکا کی دائمی موجودگی کو ناقابل قبول قرار دیا تھا۔ دوسری طرف حامد کرزئی تاریخ کے اس حادثے سے خود کو بچانے کے لیے ایسے کسی معاہدے پر دستخط کے لیے تیار نہ ہوئے۔ انہوں نے اسے فضول سمجھا، مگر کرزئی کے بعد اشرف غنی اور عبداللہ کی مخلوط حکومت نے بہت آسانی سے صدارتی محل میں گھسنے کے بعد اس سیاہ نامے (معاہدے) پر دستخط کر دیے۔ امارت اسلامیہ نے اسی دور میں امریکا کے ساتھ امن معاہدے کے اس دستخط کی مذمت کی تھی۔ واضح کیا تھا کہ: اس معاہدے سے خون کی بو آتی ہے۔ معاہدہ کرنے والوں کو تاریخی مجرم قرار دیا۔ اسی طرح دیگر محب وطن جماعتوں، علمائے کرام، تنظیموں اور افراد نے اس معاہدے کو افغانستان کی سودابازی کے مترادف قرار دیا۔ اس عمل کو غیر قانونی اور آزادی کے خلاف ناجائز اقدام قرار دیا۔

وائٹ ہاؤس حکام نے نمائشی اعلان کیا کہ 2015 کے بعد بیرونی فوجیں یہاں سے نکل جائیں گی۔ اس بات کی ظاہری توثیق کے لیے بظاہر بیرونی پرچم بھی اتار دیے اور ٹی وی پر ایسے طیارے بھی دکھائے گئے، جن میں ان کے فوجی انخلا کر رہے تھے، مگر جب گزشتہ سال امارت اسلامیہ نے قندوز فتح کیا تو دیکھا گیا کہ جانے والے طیارے اور فوجی قندوز شہر پر پروازیں کر کے عوام پر بمباریاں کر رہے تھے۔ اب امریکی انٹیلی جنس کے کچھ مؤثر کارکنوں نے واضح کر دیا ہے کہ امریکا نکلنے کی نیت سے افغانستان نہیں آیا، بلکہ یہاں امریکی قیام طویل عرصے تک اسٹریٹجک بنیادوں پر ہے۔ ممکن ہے یہ لوگ آئندہ پچاس سال میں بھی افغانستان سے نہ نکلیں اور یہیں رہتے ہوئے جنگ جاری رکھیں۔ یہ لوگ تیل لینے آئے ہیں۔ ان کے اہم اہداف چین، ایران، روس اور ہندوستان ہیں۔ امریکی انٹیلی جنس ایجنسی اور فوج کے سابق رہنماؤں کے بیانات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مغرب اور امریکا واپس جانے کی نیت سے نہیں آئے۔ ان کے اہداف بہت خطرناک ہیں۔ وہ بہت طویل جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ وہ ایک طویل جنگ کی نیت سے یہاں رہنا چاہتے ہیں۔

افغان مجاہدین جارحیت پسندوں کے سیاہ سیلاب کے آگے سدِ سکندری کی طرح جمے کھڑے تھے۔ اسلامی شریعت کے اصولوں کے مطابق سب سے برابر سلوک کر رہے تھے۔ مغرب کے آگے جھکے، نہ مشرق والوں خوشامد کی۔ امت مسلمہ کے جانباز مجاہدین نے پوری جرأت کے ساتھ مجاہدین کی خدمت کی اور ان کی حفاظت کرتے رہے۔ اس حوالے سے امریکا کے ہر مطالبے کا دوٹوک جواب دیا۔ یہی وجہ تھی کہ دنیا بھر کے کفار جمع ہو گئے، جن کے معاملات امریکا سنبھال رہا ہے۔ انہوں نے امارت اسلامیہ پر اچانک جارحیت کر دی۔ آج افغانستان کی عسکری صورت حال وہاں تک پہنچ گئی ہے کہ انہیں خود بھی سمجھ نہیں آرہا۔

مجاہدین متنازع موضوعات کے حوالے سے ہر اصولی اور معقولی حد تک مذاکرات کے لیے تیار رہے، مگر انہیں ٹیکنالوجی کے غرور نے متکبر بنا دیا تھا۔ انہیں یہ خیالی باتیں لگتی تھیں، مگر اب صورت حال بہت بدل چکی ہے۔ یہ لوگ شکست کی دہانے پر کھڑے ہیں۔ ان کے سارے نعرے جھوٹ ثابت ہوئے ہیں۔ اس لیے اب ڈوبنے والے کی طرح جھاگ کو پکڑ کر خود کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ امریکا نے پچاس سالہ جنگ کی تیاری کی ہو گی، مگر مجاہدین قیامت تک کے لیے جہاد اور کفار سے مقدس جنگ کے لیے کمربستہ ہیں۔ کفار سے جنگ ان کے لیے بڑی عبادت ہے۔ مجاہدین پچاس سال بعد بھی تھکاوٹ محسوس نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی ایک لمحے کے لیے جہاد رُکے گا۔

اسلام نے کفار کے لیے تین آپشن رکھے ہیں۔ اسلام قبول کریں، جزیہ دیں یا جنگ کے لیے تیار رہیں۔ جب کہ افغان عوام اسلام کو ماننے والے ہیں۔ وہ قومی اقدار کے علاوہ کوئی اور چیز جانتے نہیں ہیں۔ اس لیے جارحیت پسندوں کو بھی انہی اقدار کی روشنی میں فیصلہ کرنا چاہیے۔ اس غیور قوم کو رام کرنا اور اپنے قابو میں لانا ان کی ایسی خواہش ہے، جو ان کے آباء و اجداد بھی قبروں میں اپنے ساتھ لے کر گئے ہیں۔ امید ہے جارحیت پسند بھی اسے اپنے ساتھ قبر میں لے کر جائیں گے۔ ان کی پچاس سالہ جنگ کی آرزو خاک میں مل جائے گی۔

اوباما کا قابلِ ستائش اعتراف

سابق امریکی صدر اوباما کا اعتراف ایک حقیقت ہے کہ "امارت اسلامیہ کے مجاہدین کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔" اوباما نے اپنے دورِ صدارت کے آخری ایام میں دنیا کو سچ بتا دیا ہے۔ یہ اعتراف امریکی رہنماؤں کی طرف سے گزشتہ پندرہ سالوں سے اظہار کا خواہش مند تھا۔

امارت اسلامیہ ایک عوامی قوت اور تحریک ہے، جس نے 90 کی دہائی کے دوران افغانستان کو تقسیم سے بچایا تھا۔ تباہی، انتشار اور انارکی کا خاتمہ کر کے اسلامی نظام قائم کیا۔ امارت اسلامیہ نے بیش بہا قربانیوں کے بعد افغانستان میں مثالی امن قائم کیا تھا۔ عدالتوں سے فوری انصاف فراہم کر کے عوام کا اعتماد بحال کیا گیا۔ وفاق کی حیثیت کو بحال کیا۔ عوام کی مایوسی دور کر کے ان کے خوابوں کو عملی جامہ پہنایا۔ امریکا کو یہ سب پسند نہیں تھا۔ اس لیے امریکا کے بے وقوف صدر 'بش' نے افغانستان پر یلغار کی حماقت کر کے سابق قاتل کمیونسٹوں، لٹیروں اور مغرب نواز رہنماؤں کو مسندِ اقتدار پر براجمان کر دیا۔ نئی جمہوری انتظامیہ نے غیر ملکی حملہ آوروں کے فوجی، اقتصادی اور سیاسی تعاون کے ساتھ سابقہ دور کی طرح عوام کی جان، مال اور عزت پر حملہ کیا۔ قومی دولت کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ ہزاروں ایکڑ سرکاری اراضی اور عوام کی ذاتی ملکیتی زمینوں پر قبضہ کر لیا۔ جاسوسی کی مد میں بٹوری جانے والی رقم سے عالی شان بنگلے بنا لیے۔

امارت اسلامیہ نے عوام کی حمایت سے یلغار کے پہلے دن سے غیر ملکی حملہ آوروں اور ان کی کٹھ پتلیوں کے خلاف جہاد کا آغاز کیا ہے۔ دشمن نے عوامی مزاحمت کچلنے کے لیے کسی قسم کے تشدد، جبر اور ظلم و سربریت سے دریغ نہیں کیا۔ اللہ تعالی کی مدد سے دشمن اپنے مذموم مقاصد میں مکمل طور پر ناکام رہا۔ جہادی تحریک پندرہ سال کے بعد بھی نہ صرف جاری ہے، بلکہ سابقہ دور کی نسبت آج ایک مضبوط فوجی اور سیاسی قوت کے طور پر موجود ہے۔ جب کہ اُسے کئی علاقوں پر کنٹرول حاصل ہے۔ تاریخ اور وقت نے ثابت کیا ہے کہ قابض استعماری قوتیں کبھی بھی طاقت، پیسوں اور وسائل کے بل بوتے چھوٹی قوموں کی مزاحمت کچلنے میں کامیابی نہیں رہی۔ جارحیت پسند قوتیں جتنا بھی وحشیانہ پن استعمال کر لیں، آخر کار شکست ان ہی کا مقدر ہے۔ افغان بہادر قوم نے اپنے روشن ماضی میں کبھی بھی جابر قوتوں کے سامنے سر نہیں جھکایا ہے۔ ملک تباہ ہوا، اقتصادی حالت ابتر ہوئی، بیش بہا قربانیاں دیں، لیکن اغیار کی غلامی ہرگز قبول نہیں کی۔

امارت اسلامیہ کا غاصب قوتوں کے خلاف جہاد جاری و ساری ہے۔ قابض قوتوں اور کابل حکومت کے خلاف جنگ کے دوران عوام کو بھاری جانی و مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لیکن ان کے حوصلے پست نہیں ہیں۔ وہ اپنی جائز جدوجہد سے دست بردار نہیں ہوئے۔ ان کا جذبہ اب بھی جوان ہے۔

وہ افغانستان کی آزادی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے برسرپیکار رہیں گے۔ اوباما کی جانب سے امارت اسلامیہ کی قوت کا اعتراف قابل ستائش اور لائق تحسین ہے۔ نئی امریکی قیادت کو اوباما کا اعتراف سنجیدگی سے لینا چاہیے۔ اُس کے لیے پہلے اقدام کے طور پر افغانستان سے امریکی فوجیوں کا مکمل انخلا کیا جانا ضروری ہے۔

برطانوی سفیر مسلمان ہوگیا!

سعودی عرب میں برطانوی سفیر کے اسلام قبول کرنے پر مغرب کو شدید دھچکا لگا ہے۔

یاد رہے سائمن پاؤل کولس 2015 میں سعودی عرب میں برطانیہ کے سفیر متعین کیے گئے تھے۔ سائمن پاؤل کولس (SIMON COLLIS) 23 فروری 1956 کو پیدا ہوئے۔ وہ اس سے قبل بحرین، تیونس، اردن، عراق، دبئی اور بھارت میں بھی برطانوی سفیر رہے ہیں۔ 2016 میں اسلام لانے کے بعد یہ پہلے سفیر ہیں، جنہوں نے فریضۂ حج ادا کیا۔ ان کے ہمراہ ان کی اہلیہ بھی حج پر گئیں۔ 60 سالہ سائمن پاؤل کولس نے حج کے موقع پر کھینچی گئی تصاویر بھی شایع کی ہیں۔ ٹویٹر پر ان کی ایک تصویر پر ایک سعودی خاتون رائٹر 'فوزیہ البکر' نے لکھا کیا ہے:

'سائمن پاؤل کولس نے اپنی اہلیہ کے ساتھ حج ادا کیا ہے اور یہ پہلے برطانوی سفیر ہیں، جنہوں نے فریضۂ حج ادا کیا ہے۔'

برطانوی سفیر کو ٹویٹر کے ذریعے قبول اسلام کی مبارک باد بھیجنے والے لوگوں کی بھاری تعداد میں ایک سعودی شہزادی 'بسمہ بنت عزیز' بھی ہے۔ انہوں نے لوگوں کی مبارک باد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا ہے کہ "مختصر یہ کہ اسلامی معاشرے میں تیس سال گزارنے اور بہت غور سے اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ یہ میرے لیے بہت قابلِ فخر اور خوشی کا مقام ہے۔"

جی ہاں! یہ پہلا برطانوی شہری نہیں ہے، جس نے اسلام کی حقانیت کا تاثر لے کر اسلام قبول کیا ہے، بلکہ چند سال قبل برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر کی سالی 'لاران بوٹ' نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ لاران بوٹ نے اسلام قبول کرنے کے بعد میڈیا پر کہا تھا:

'اب مَیں شراب نہیں پیتی۔ مجھے نماز پڑھنے سے سکون ملتا ہے۔ حجاب پہننے سے تحفظ کا احساس ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت پر فخر محسوس کرتی ہوں۔ اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوئی ہوں اور مَیں نے مسلمانوں کو مغرب کے پروپیگنڈے کے برعکس پایا ہے۔'

جس دن ٹونی بلیئر کی سالی نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا، اسی دن چائنا کی ایک کمپنی کے ایک بڑے عہدے دار نے بھی قبولِ اسلام کا اعلان کر دیا۔ اس سے مغربی دنیا حیرت میں ڈوب گئی۔ انہوں نے میڈیا سے بات کرتے ہوئے کہا کہ ان کے اسلام قبول کرنے کی وجہ قرآن کریم کا مطالعہ، غریبوں کی مدد اور مظلوموں کا تعاون ہے کہ اس حوالے سے اسلام سب سے سچا دین ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبولِ اسلام سے لے کر ٹونی بلیئر کی سالی کے قبول اسلام تک سب اسلام کی زرین تعلیمات سے متاثر ہوئے ہیں۔ چند سال قبل ہندوستان میں ہندوؤں کے ایک متعصب خاندان کی ایک بڑی خاتون نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ خاتون پورے خاندان میں عزت اور وقار والی تھیں۔ جن کی وجہ سے پورے خاندان پر لرزہ طاری ہو گیا۔ بہت سے لوگوں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی، مگر ناکام رہے۔ بالآخر ہندو پنڈتوں کو بلایا گیا، تاکہ ہندومت کے متعلق ان کے شکوک وشبہات دور کیے جائیں۔ انہوں نے بہت کچھ پیش کش کی، مگر خاتون نے آخر میں کہا کہ 'میں اسلام کی زرین ہدایات سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئی ہوں اور مَیں چاہتی ہوں، اسی پر مجھے موت آئے۔'

چند دن قبل ہندوؤں کے پنڈت کی بیٹی کے قبول اسلام کی داستان بھی منظر عام پر آئی تھی۔ معلوم ہوا کہ دنیا میں کتنی بڑی تعداد میں لوگ کتنے شوق سے اسلام قبول کرنے کی جانب مائل ہو رہے ہیں، مگر اس شرط پر کہ مسلمان دنیا کو اسلام کا اصل چہرہ دکھا دیں۔ دنیا بھر کی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمے عام کیے جائیں۔ مسلمان آپسی فرقہ وارانہ جنگوں سے بچیں اور دنیا کو اپنی وحدت کا نمونہ پیش کریں۔ نئے مسلمانوں کے حوصلے بلند کریں۔ اپنے رویے نرم کریں۔ ایک بڑے عالم کے مطابق: 'مغربی دنیا اسلام قبول کرنے کے لیے اسلام کے دروازے پر کھڑی ہے، مگر افسوس اسلام کا دروازہ مسلمانوں نے اپنے نامناسب رویوں کی وجہ سے خود بند کر رکھا ہے۔

مسلمانان برما کا المیہ

امت مسلمہ کو لگائے گئے زخم بہت گہرے ہیں۔ ہر جگہ مسلمانوں کی حالتِ زار دردناک ہے۔ بعض ممالک کی طرف سے ان کے ساتھ روا رکھا جانے والا رویہ تو بالکل قوتِ برداشت سے بھی باہر ہو جاتا ہے۔ اگر ایک طرف حلب کے گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں تو دوسری طرف برما میں مسلمان خس و خاشاک کی طرح جلائے جا رہے ہیں۔ جانوروں کی طرح ذبح کیے جا رہے ہیں۔ برما کے صوبہ اراکان (راخین) میں مسلمانوں کی نسل کشی عروج پر ہے۔

اراکان 1430 عیسوی سے 1782 عیسوی تک کے ایک طویل عرصے میں مسلمانوں کی زیرِ نگیں رہا ہے۔ اِن علاقوں میں اسلامی حکومت کا سورج اراکان ہی سے طلوع ہوا تھا۔ تب یہ تصور نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے کہ اراکان کے اصلی مالک 'روہنگیا' اس صوبے کے باشندے بھی تسلیم نہیں کیے جائیں گے۔ اُن کا نہایت مظلوم ترین مہاجرین کی طرح جینا بھی دوبھر ہو جائے گا۔ 1784 عیسوی میں برما کے صدر 'بوداپائی' نے اراکان پر غاصبانہ قبضہ کر کے کثیر تعداد میں مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ ان سے جیلیں بھر دی گئیں۔ انہیں ہجرت اور نقل مکانی پر مجبور کیا گیا۔ اُن کی زمینیں اور جائدادیں ضبط کر لی گئیں۔ بوداپائی کی طرف سے اسلامی شعائر مساجد اور مدارس منہدم کر دیے گئے۔ بہت زیادہ تعداد میں علماء کو شہید کیا گیا۔ حتیٰ کہ 1842 میں برطانیہ نے بھی برما پر حملہ کر دیا اور اسے برطانیہ کی نو آبادیات میں سے شمار کیا جانے لگا۔

1937 عیسوی میں انگریزوں نے اراکان کو برما میں شامل کر کے اسے برما کا مستقل حصہ بنا دیا۔ جس پر یہاں بھی اندلس مرحوم کی دردناک یاد تازہ کی گئی۔ برما کی برطانوی ہند سے آزادی کے بعد 1938 میں بودھوں نے 30 ہزار مسلمان شہید کر دیے۔ 1942 میں بودھوں نے مسلمانوں کا اجتماعی قتل عام کیا۔ جسے تاریخ میں 'مذبحۃ الکبریٰ' سے کہا گیا۔ اس قتل عام میں ایک لاکھ مسلمان شہید کیے گئے۔ سیکڑوں گاؤں جلا کر ہزاروں لوگوں کو ہجرت پر مجبور کیا گیا۔ اس قتل عام میں انگریز کی بھرپور مدد شامل رہی۔ 1948 میں برطانیہ کی جانب سے برما کو اس شرط پر آزادی دی گئی کہ دس سال کے بعد تمام برمی اقوام کو ان کے مطالبے پر آزادی دے دی جائے گی۔ لیکن برمی حکومت اپنے وعدے سے پھر گئی اور اراکان کے مطالبے کے باوجود ان پر ظلم و ستم کا سلسلہ بند نہ کیا گیا، بلکہ اس مطالبے کی پاداش میں مسلمانوں کو سخت ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔

1962 میں کیمونسٹ انقلاب کے بعد اس ملک میں جنرل تیون کی سربراہی میں بھی مسلمانوں کو سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ جنرل تیون نے اسلام دشمنی کا اعلان کرتے ہوئے سوشلسٹ مملکت کا علان کر دیا۔ یوں مسلمانوں کی املاک اور جائدادیں ''قانوناً'' ضبط کی جانے لگیں۔ قدیم بودھ روایات کے مطابق بودھ عورتوں کے ساتھ شادی لازمی قرار دی گئی۔ حجاب، اسلامی ناموں، اذان، مساجد اور مدارس کی تعمیر پر پابندی لگائی گئی۔ بہت سے اسلامی آثار گرائے اور جلائے گئے۔ بعض میں شراب خانے اور خنزیروں کے رہنے کی جگہیں بنائی گئیں۔ اسلامی کتب کی نشر و اشاعت پر پابندی لگا دی گئی۔ حکومت نے مسلمانوں کے پاسپورٹ ضبط کر کے ان کے سفر پر پابندی لگا دی۔ فریضۂ حج کی ادائیگی اور عید الاضحیٰ کی قربانی جرم سمجھا جانے لگا۔ برما میں بھی ایک سے دوسرے شہر، حتیٰ کی ایک سے دوسرے گاؤں کی طرف بھی سفر ممنوع تھا۔ ملازمتوں سے معزول کیے گئے۔ تعلیم سمیت تمام حقوق سے دست بردار کرائے گئے۔ بعض مسلمانوں کو جبراً اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ پہلے سے اجازت طلب کیے بغیر قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کو اپنے ہاں مہمان بھی نہیں بنا سکتے تھے۔ اگر مہمان کو رات اپنے ہاں ٹھہرانے سے گھر منہدم کر دیے جاتے تھے۔

برما کے مسلمان کئی مرتبہ اجتماعی طور پر ملک سے بے دخل کیے گیے۔ جب کہ ان کے علاقوں میں بودھوں کو آباد کیا گیا۔ 1991 میں برما کے عام انتخابات میں مسلمانوں نے اپوزیشن جماعت کو ووٹ دیے، جو بھاری مینڈیٹ سے کامیاب ہوئی۔ لیکن حکومت نے مسلم تعصب کی آگ سے جلتے ہوئے وہ انتخابات کالعدم قرار دے دیے۔ برما کی فوج نے بھی کئی مرتبہ مسلمانوں کے خلاف سخت اقدامات کیے ہیں۔ 1978 میں فوج کی کارروائیوں میں دس ہزار مسلمانوں کو تہِ تیغ کر کے پانچ لاکھ مسلمانوں کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ جن میں سے 40 ہزار مسلمان مختلف امراض کی وجہ سے بنگلہ دیش کے کیمپوں میں دم توڑ گئے۔ 1968 میں برمی حکومت نے ایک قانون کے تحت مسلمانوں کو شہریت دی، لیکن حکومتِ برما نے 1982 میں اس قانون میں تبدیلی کرتے ہوئے مسلمانوں کو تیسرے درجے کا شہری بنا دیا۔ جس میں یہ بات ظاہر کی گئی کہ برطانیہ کے حملے کے وقت حکومتِ برما کی سفارش پر یہ برما میں داخل ہوئے تھے۔ جب چاہے ان کو نکال باہر کر سکتی ہے۔

اس کے بعد باشندگان ملک کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔(۱) دیہاتی۔ (۲) شہری۔(۳) حق شہریت کے حامل۔(۴) حق شہریت سے محروم۔

پہلے اور دوسرے نمبر کے باشندوں کو ہر قسم کے بنیادی حقوق حاصل تھے۔ تیسرے درجے کے شہریوں کو جن شرائط پر شہریت دی گئی، اُن کا پورا کرنا ہی مشکل تھا۔ جب کہ چوتھے درجے کے باشندوں سے جبری خدمات لی جاتی تھیں۔ خصوصا روہنگیا خواتین اس ظلم و جبر کا شکار تھیں۔ عورتوں کی حرمت کو پاؤں تلے روندنا ایک عام سی بات تھی۔ فوج، پولیس اور بلوائی رات کو آپریشن کے نام پر عورتوں کی عصمتوں سے کھیلتے تھے۔ جسے کوئی عار ہی نہیں سمجھا جاتا۔ عورتوں کو پچیس، جب کہ مردوں کو پینتیس سال سے پہلے شادی کی اجازت نہیں تھی۔ اگر اس عمر میں بھی کوئی نکاح کا خواہش مند ہو تو بہت سے کٹھن مراحل طے کرنا پڑتے تھے۔ جن میں بہت سی شرم ناک شرائط میں سے چند ایک یہ ہیں؛

فوج سے اجازت طلب کرنا ضروری ہو گا۔ ایک مرد ایک نکاح سے زیادہ نہیں کر سکتا۔ عورتوں کو بھی طویل عرصے تک مانع حمل دوائیاں اور انجکشن استعمال کروائے جاتے تھے۔ اگر کوئی عورت حاملہ ہو تو اس کے لیے ضروری ہو گا کہ ہر مہینے سرحدی فوج کے مرکز جا کر پیٹ کی تصاویر دے۔ حاملہ عورت پر لازمی تھا سرحدی فوج کو تصویریں اُتارنے کے لیے رقم بھی ادا کرے۔ مسلمان عورتوں سے جبراً خدمت لی جاتی تھی۔ مسلمانوں کی عورتوں پر لازم تھا کہ بودھوں سے نکاح کریں۔ جن عورتوں نے ابھی تک نکاح نہ کیا ہو، ان پر لازم تھا کہ مسلح فوج کے مراکز جا کر چھ مہینے کے لیے ان کے زیرِ نگرانی کام کریں۔ اس کے باوجود مسلمان عورتوں کی اجتماعی آبروریزی کی جاتی، جس کے نتیجے میں کئی خواتین جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ بچوں کو بھی اس طرح ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جاتا۔ اُن کے ماں باپ کے سامنے ذبح کیا اور جلایا جاتا۔ بجلی کے کرنٹ لگائے جاتے۔ ان کے ساتھ بھی ہر قسم کا ظالمانہ سلوک برتا جاتا۔

ظلم کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری تھا کہ 2012 میں مسلمانوں کو ایک نئے المیے کا سامنا کرنا پڑا۔ 'تاس ونجوک' نامی شہر میں ساڑھے چار سو افراد نے گیارہ علماء اور مبلغین کو گاڑیوں سے اتار کر شہید کر دیا۔ ان کے جسموں کا مُثلہ کیا گیا۔ جس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ 'مسلمانوں نے ایک بودھ خاتون کو قتل کر دیا ہے'، جس کی پاداش میں یہ علماء شہید کیے گئے ہیں۔ حالانکہ جس علاقے میں بودھ خاتون قتل ہوئی تھی، یہ علماء اس علاقے کے بھی نہیں تھے۔ بلکہ رنگون کے رہنے والے تھے۔ برمی حکومت نے بودھ عورت کے قتل کے الزام میں چار مسلمان گرفتار کر لیے۔ بودھ خاتون کا یہ قتل مسلمانوں کے قتل عام کی خلاف ایک نئی سازش تھا۔ جس پر مسلمانوں کی طرف سے سخت احتجاج کیا گیا۔ دوہزار بارہ کے جون میں جمعہ کے دن فوج اور پولیس نے مسلمانوں کے تمام علاقوں، خصوصاً 'مانگڈو' شہر کا محاصرہ کر لیا، تاکہ مسلمان مظاہرین کا راستہ روکا جا سکے۔ اعلان کیا گیا کہ مسلمان نماز کے بعد مساجد سے اجتماعی طور پر نہ نکلیں۔ جب مسلمان نماز کے بعد باہر آئے تو بودھوں نے ان پر پتھر پھینکے۔ جس کے جواب میں مسلمانوں نے بھی جوابی حملہ کیا۔ اس سے قبل فوج نے ان علاقوں میں کرفیو نافذ کر کے مسلمانوں کو گھروں میں نظر بند کر رکھا تھا۔ بودھوں نے مکمل آزادی پا کر مسلمان آبادیوں پر اندھادھند حملے شروع کیے۔ سیکڑوں مسلمان زندہ جلا دیے گئے۔ ذبح بھی کیے گئے۔ ان حملوں میں پانچ ہزار مسلمان جام شہادت نوش کر گئے۔ ہزاروں ہجرت پر مجبور ہوئے۔ اس قتل عام کے بعد بھی روہنگیا کے بہت سے مسلمان برمی صدر کے حکم سے آبادیوں سے نکل کر کیمپوں میں رہنے پر مجبور تھے۔ دوہزار سولہ کے اکتوبر کی نو تاریخ کو برمی فوج اور بودھ انتہا پسندوں نے ایک بار پھر اراکان میں مسلمانوں کی نسل کشی اور جبراً نقل مکانی شروع کرا دی۔ یہ آپریشن تب ہوا، جب باقائی، تائیونگ اور مانگڈو شہروں میں مسلح افراد نے پولیس کے مراکز پر حملے کیے، جس کے نتیجے میں 9 پولیس اہل کار اور چار فوجی مارے گئے۔ جس کی ذمہ داری مسلمانوں نے قبول نہیں کی۔

برما میں بہت سی علیحدگی پسند تنظیمیں حکومت کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ اب بھی برما کے شمالی صوبے 'شان' میں علیحدگی پسندوں اور فوج کے درمیان لڑائیاں جاری ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ایک حملے میں 11 فوجی مارے گئے، جب کہ بہت سے علاقے تنظیم کے قبضے میں چلے گئے، لیکن پولیس کے مراکز پر حملوں کی ذمہ داری مسلمانوں پر ڈالی دی گئی۔ اپنے ہی عوام کو نشانہ بنانے والا یہ آپریشن اب بھی جاری ہے۔ زندہ مسلمانوں کی کھال اتار دی جاتی ہے۔ عورتوں کی عصمتیں پامال کی گئی ہیں۔ حتی کہ کمسن بچیوں کے ساتھ جنسی زیادتی کر کے وہ قتل کر دی گئیں۔ اراکان نیوز ٹی وی نے روہنگیا مہاجرین کے حوالے سے بتایا کہ مسلمانوں کو اپنے گھروں میں نظربند کر کے گھروں کو آگ لگا دی جاتی ہے، جس سے وہاں محصور مسلمان زندہ جھلس جاتے ہیں۔ اناتول نیوز چینل نے عینی شاہدین کے حوالے سے بتایا کہ ایک سال سے کم عمر بچوں کو بھی آگ میں پھینک دیا جاتا ہے۔

اکثر برمی مسلمان مہاجرین بنگلہ دیش میں پناہ گزین ہیں۔ ہجرت کے دوران بھی بودھ اُن کی جان نہیں چھوڑتے۔ قافلوں پر قاتلانہ حملے کیے جاتے ہیں۔ سمندر میں سفر کرنے والے قافلوں کو برمی فوج سمندر بُرد کر دیتی ہے۔ علاوہ ازیں مسلمانوں پر خوراک حاصل کرنے کے تمام دروازے بند ہیں۔ جس کے نتیجے میں ہزاروں بچے زندگی کی بازی ہار چکے ہیں۔ اس کے ساتھ بہت سے مسلمانوں کو اعصابی بیماریاں لاحق ہو چکی ہیں، جس کی وجہ سے کئی اعصابی بیماریوں کے شکار مسلمان خودکشی بھی کر چکے ہیں۔ جن علاقوں میں برمی فوج و پولیس نے 'قتل عام کی وبا' برپا کر رکھی ہے، وہاں رپورٹروں کو اور اخباری نمائندوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے، تاکہ سچ دنیا کے سامنے نہ آ سکے۔ اگرچہ کئی ممالک نے برمی حکومت کے ظلم و جبر اور چنگیزیت و سربریت کی مذمت کرتے ہوئے اسے ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے، لیکن مسلمان پھر بھی بودھ مذہب کی آگ میں جلائے جا رہے ہیں۔

جنگی گروپ ناجائز امریکی اولاد

میڈیا رپورٹ کی بنیاد پر اقوام متحدہ کے ماہرین نے کہا ہے کہ افغانستان میں ساڑھے تین سے ساڑھے چار ہزار تک غیر ملکی جنگجو موجود ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان جنگجوؤں کا تعلق القاعدہ اور داعش سمیت دس دہشت گرد تنظیموں سے ہے۔ اِن میں سے کچھ امارت کے فوجی اور سکیورٹی امور سے متعلق مدد کر رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کے ماہرین سمیت دیگر پروپیگنڈا ساز اداروں نے تب زیادہ شور مچایا، جب مجاہدین نے اگست، ستمبر اور اکتوبر میں امریکی و افغان فورسز کے خلاف اپنی کارروائیوں میں تیزی لائی۔

مجاہدین کی جانب سے قندوز فتح کرنے، ہلمند، فراہ، ارزگان، بغلان اور دیگر اہم صوبوں کو گھیرے میں لینے اور مذکورہ صوبوں کے سیکڑوں سرکاری اہل کاروں کے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے سے کابل انتظامیہ اور امریکی فوج پر شدید نفسیاتی دباؤ میں اضافہ ہوا ہے۔ چوں کہ سکیورٹی و فوجی اہل کاروں اور ان کی حامی امریکی و نیٹو فوج مجاہدین کی پیش رفت روکنے میں ناکام رہی ہے، اس لیے انہوں نے پروپیگنڈے کا راستہ اختیار کرتے ہوئے مغربی میڈیا، اقوام متحدہ، یوناما اور انسانی حقوق کی تنظیموں کے ذریعے مجاہدین کے خلاف جھوٹی افوہوں کا بازار گرم رکھا ہے۔ کابل انتظامیہ اور اس کے غیر ملکی سرپرستوں نے مجاہدین کے خلاف پروپیگنڈے کا آغاز مجاہدین کے درمیان اندرونی اختلافات سے شروع کیا۔ جب عملاً مجاہدین کے درمیان اختلافات کی کوئی چنگاری نظر نہ آئی تو انہوں نے حکومت کے اہم رہنماؤں کے ساتھ مجاہدین کے مذاکرات کی افواہ اُڑا دی، لیکن امارت کی طرف سے بروقت اس کا سختی سے رد کیا گیا۔ اب اقوام متحدہ کی جانب سے افغانستان میں ساڑھے چار ہزار غیر ملکی جنگجوؤں کی موجودگی کا تازہ پروپیگنڈا شروع کیا گیا ہے۔ اس پروپیگنڈے کی آڑ میں بین الاقوامی دنیا کو ورغلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ افغانستان میں ان کے خلاف جاری مزاحمت 'قومی مزاحمت' نہیں ہے، بلکہ یہ مزاحمت غیر ملکی دہشت گردوں کی جانب سے ہے، جو افغانستان کے اندر اور باہر امریکی مفادات اور دنیا کے لیے سنگین خطرہ ہیں۔

"بالفرض ہم تسلیم کرتے ہیں کہ افغانستان میں ساڑھے چار ہزار سے زائد غیر ملکی جنگجو موجود ہیں۔ اب مجاہدین کے خلاف پروپیگنڈا کرنے والے اداروں سے پوچھا جائے کہ افغانستان میں امریکا کا پندرہ سالہ فوجی اور انٹیلی جنس مشن کس لیے ہے؟ کیا وہ جنگجو افغانستان کے معصوم بچے ہیں، جن پر ہزاروں کلسٹر بم گرائے گئے ہیں؟ کیا وہ غیر ملکی جنگجو بے گناہ عوام ہیں، جن کی خوشی و غمی کی تقریبات پر ڈرون حملے کیے جاتے ہیں؟ امریکا اپنے طرزِ عمل سے پہلے سے موجود جنگجو ختم کر رہا ہے یا نئے پیدا کر رہا ہے؟" امریکا نے غیر ملکی دہشت گردوں کے خاتمے کے لیے بگرام، گوانتاناموبے، پل چرخی اور دیگر درجنوں جیل بنائے۔ اس مقصد کے لیے ڈیڑھ لاکھ سے زائد غیر افغان فوج کو افغانستان میں تعینات کیا گیا ہے۔ امریکا کے اپنے اعداد و شمار کے مطابق پندرہ سال کے دوران ایک لاکھ سے زائد افغانی قتل ہو چکے ہیں۔ کیا امریکا نے ایک لاکھ افراد اس لیے مارے ہیں کہ غیر ملکی دہشت گردوں کا خاتمہ کرے یا اس لیے کہ جنگجوؤں کی تعداد میں ہزاروں کا اضافہ کرے؟

افغانستان سمیت جن تمام ممالک پر امریکا نے قبضہ کر رکھا ہے، وہاں امریکا جنگ کو طویل المدت بنانے کے لیے جنگی گروپ تشکیل دے رہا ہے۔ امریکا نے عراق پر قبضے کے بعد وہاں امریکی فوجیوں کے خلاف برسرپیکار عراقی عوام کی مزاحمت کے ساتھ درجنوں ایسے مسلح گروہ پیدا کیے ہیں۔ امریکا اُن کی مالی امداد کے علاوہ ہتھیار بھی فراہم کرتا ہے۔ پھر ان کے ذریعے خانہ جنگی کو ہوا دے کر نہ ختم ہونے والی جنگ شروع کر رکھی ہے۔ اس کے علاوہ لیبیا میں بھی یہی مذموم کام شروع کر رکھا ہے، جس کی وجہ سے ہزاروں لیبیائی شہری ہلاک اور زخمی ہو چکے ہیں۔ امریکا کوشش کر رہا ہے کہ افغانستان میں خانہ جنگی شروع کرنے اور اس کو طول دینے کے لیے یہاں داعش، اربکی ملیشیا اور 'قومی مزاحمتی تحریکوں' کے نام پر جنگی گروپوں کو تشکیل دے کر اُن کے درمیان نہ ختم ہونے والے تنازعات پیدا کر رہا ہے۔ جس کا واضح مقصد یہاں امریکی قبضے کو دوام دینا ہے۔

افغانستان میں امریکا کی طرف سے ساڑھے چار ہزار غیر ملکی جنگجوؤں کی موجودگی کا دعویٰ یہاں 'چومکھی جنگ' میں توسیع دینے کی کوشش ہے۔ امریکا کو یاد رکھنا چاہیے کہ افغانستان عراق، لیبیا، یمن اور صومالیہ نہیں ہے۔ جہاں درجنوں تنظیموں کے باوجود کامیابی بہت دور ہے۔ الحمدللہ! افغانستان میں قابض غیر ملکی حملہ آوروں اور ان کے حامیوں کے خلاف جہادی مزاحمت صرف امارت اسلامیہ کی واحد قیادت اور کمانڈ میں جاری و ساری ہے۔ امریکا کی طرف سے افغانستان میں انتشار پیدا کرنے کے لیے متعدد ناموں سے جنگی گروپوں کو منظم کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ کئی گروپس معرضِ وجود میں آئے، لیکن امارت اسلامیہ کی قیادت نے اپنی مدبرانہ حکمتِ عملی سے بروقت ان تمام منصوبوں کا خاتمہ کر دیا۔ اب یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ داعش سمیت دیگر ایسے نام نہاد جنگی گروپوں کی پشت پناہی امریکا کر رہا ہے۔ پس پردہ کابل حکومت کے اعلیٰ حکام بھی امریکا کی مدد میں ملوث ہیں۔ امارت اسلامیہ نے امریکا کی ان تمام کوششوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔ افغانستان کو ایک اور مصیبت سے نجات دلائی ہے، جو بلاشبہ خوش آئند اور لائق تحسین اقدام ہے۔ امریکا پروپیگنڈے کے ذریعے جنگی گروپوں کی تشکیل اور پیداوار کے لیے راہ ہموار کرنے کی جیسی بھی کوشش کر لے، مگر امارت اسلامیہ جارحیت پسندوں، داعش اور اربکی ملیشیا و دیگر جنگی گروپوں کا راستہ روکنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں، جب امارت اسلامیہ اپنے جائز جہاد کے ذریعے سرزمین جہاد کو استعماری قوتوں کے قبضے سے آزاد کرا لے گی۔

سوشل میڈیا؛ دائیں و بائیں بازو کی زور آزمائیاں

سوشل میڈیا کئی ادوار سے گزر کر آج کی موجودہ شکل میں ہمارے سامنے ہے، جسے ہم استعمال کر رہے ہیں۔ ایک زمانے میں سوشل میڈیا کو صرف تفریح اور وقت گزاری کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ ایک بندہ اپنی تصویر اَپ لوڈ کرتا اور دوستوں سے لائک بٹورنے اور کمنٹ سمیٹنے کے لیے باقاعدہ درخواست کی جاتی تھی، لیکن بعد ازاں صورت حال بدل گئی۔ اصحاب علم کی کثیر تعداد نے سوشل میڈیا میں داخل ہو کر اس کی ہیئت ہی بدل دی۔ علمی موضوعات پر گرما گرم بحثیں کئی کئی دنوں جاری رہیں۔ دونوں اطراف کے اصحاب متعلقہ موضوع پر تحقیق کرتے اور اسے اپنے دوستوں کے سامنے پیش کر دیتے۔ یہ صورت حال ہر حوالے سے حوصلہ افزا تھی، لیکن بد قسمتی سے ان سنجیدہ مباحث نے آگے جا کر ایک ایسی بھیانک شکل اختیار کر لی، جس کی ہولناکی کی زد میں عقائد اور نظریات تک آگئے۔ اپنے دوستوں میں 'موضوعِ بحث' بننے کے لیے بہتیروں نے ایسے نظریات گھڑے اور اسلامی شعائر کے بارے میں ایسی ہرزہ سرائیاں کیں، جن پر ایک راسخ العقیدہ مسلمان کے لیے خاموش رہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

نوبت بایں جا رسید کہ دائیں اور بائیں بازوؤں پر مشتمل بلاک بن گئے، جو اپنے اپنے مؤقف پر دلائل دیتے ہیں۔ لبرلز کی جانب سے روایتی طنز و تضحیک کا سہارا لیا جاتا ہے، جب کہ بعض اہل مذہب کا رویہ بھی جارحانہ ہوتا ہے۔ صورت حال کچھ یوں ہے کہ اس وقت باقاعدہ سوشل میڈیا پر دائیں اور بائیں بازو کے درمیان سرد جنگ شروع ہے۔ البتہ میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو مزید قسمیں ہیں۔ مذہب پسندوں میں سے ایک وہ گروہ ہے، جو بغیر لچک اور گنجائش کے ہر نئی چیز کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اُسے اسلام اور امتِ مسلمہ کے خلاف سازش قرار دیتا ہے۔ یہ گروہ عموماً سوشل میڈیا سے دور رہنے میں ہی عافیت سمجھتا ہے، جب کہ یہ فریق قلیل تعداد سوشل میڈیا پر بھی پایا جاتا ہے۔ ان کی ذہنی سطح ان مسائل کا ادراک نہیں کرتی اور یا اسے چھیڑنا وقت کا ضیاع سمجھ کر نظر انداز کر دیتی ہے۔ ان میں سے دوسرا وہ گروہ ہے، جسے بھرپور طریقے سے ان مسائل کا ادراک بھی ہے اور دل چسپی بھی موجود ہے۔ یہ لبرلز کی طرف سے اعتراضات کے معقول جواب بھی دیتے ہیں۔ یہ طبقہ عموماً لچک دار اور معروضی تقاضوں کو اسلام کی ابدی تعلیمات پر منطبق کر کے اُن پر اسلام کی روح کے مطابق عمل درآمد بھی کرتا ہے۔

بظاہر اسلام پسند اِن دونوں طبقوں میں کوئی قدرِ مشترک نہیں ہے، لیکن غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ ان میں بہت سارے مسائل پر زبردست مماثلت پائی جاتی ہے۔ مزاجوں میں یکسانیت اور زاویۂ فکر میں وحدت نمایاں طور پر نظر آ رہی ہے۔ البتہ جو چیز ان دونوں طبقوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتی ہے، وہ پیش آمدہ مسائل سے متعلق سوچ و فکر کے وسیع اور سطحی دھارے ہیں۔ سطحی ذہنیت کا حامل طبقہ نئی تخلیقات سے رُوگردانی کر کے بزعم خویش خود کو راہِ حق کا مسافر سمجھتا ہے۔ جب کہ وسعتِ ظرف کا حامل طبقہ اِنہی تخلیقات کو اپنے لیے نعمتِ غیر مترقبہ سمجھتے ہوئے انہیں اپنی زندگی کا حصہ بنا لیتا ہے۔ یہ طبقہ ساتھ ہی ساتھ لبرلز کی بے وقوفانہ آزاد خیالیوں سے بھی خود کو محفوظ رکھتا ہے۔

دوسرا طبقہ 'لبرلز' کا ہے۔ یہ ایسا آزاد خیال طبقہ ہے، جو ہر نئی چیز کو اس کی روحانی و مادی کیفیت سے نظریں چُراتے ہوئے قبول کر لیتا ہے۔ نئی تخلیق کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا لحاظ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ اصلاً یہ طبقہ برصغیر میں پہلی جنگ عظیم کے بعد پیدا کیا گیا ہے اور یہی مختلف طرزِ فکر ان کی شناخت بھی ہے، لیکن ماضی قریب یہ طبقہ بھی دو گروہوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ اس کا ایک حصہ وہ ہے، جو دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہے۔ یہ میڈیا کی چکاچوند اور افواہوں کی طغیانی سے مرعوب ہو کر لبرلز کی صف میں آ کھڑا ہوا ہے۔ یہ لوگ خود کو 'لبرل' کہنے سے تو ہچکچاتے ہیں، لیکن فکر و نظر سے لے کر عمل و کردار تک سبھی کچھ لبرل ازم کی فلم ہیں۔ یوں کہہ لیجیے کہ یہ طبقہ پوری طرح نہ لبرل ہے اور نہ ہی مذہب پسند، بلکہ یہ لوگ مذہب و بے مذہبی کا ایک عجیب طرح کا معجون ہیں۔

لبرل کی دوسری قسم 'خالص لبرل' ہے۔ یہ لوگ 'انسان دوست' اور 'انسانی حقوق' کے عنوان کے ساتھ سوشل میڈیا پر سرگرم ہیں، لیکن مجال ہے کہ انسانی حقوق کے لیے ان کے حلق سے کبھی آواز نکلی ہو۔ شام اور حلب میں 'مسلمان انسانوں' پر بارود برسایا جا رہا ہے۔ ان سے حق زندگی چھینا جا چکا ہے، لیکن لبرل یہ بھاشن دے رہے ہیں کہ شام میں 'سنی عسکریت پسندوں' نے ریاست کے خلاف اسلحہ اٹھایا ہے، اس لیے اُنہیں دبایا جائے۔ البتہ جب کسی بے دین اور مذہب بے زار کو زک پہنچتی ہے تو یہ موم بتیاں جلا کر اُس کے ساتھ اظہار ہمدردی کے لیے میدان میں آ جاتے ہیں۔ ان کے لیے مختلف ویب سائٹس پر بٹھائی گئی تجزیہ کاروں اور کالم نگاروں کی پوری کھیپ متحرک ہو کر انسانی حقوق کے نام پر دھما چوکڑی مچاتی دیتی ہے۔ اگر کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ اس وقت سوشل میڈیا پر سب سے بڑا معرکہ 'دائیں اور بائیں بازوؤں' کے درمیان بپا ہے۔ اہل مذہب کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اسلام اور اسلامی شعائر کے تحفظ کو یقینی بنائیں، جب کہ لبرل اور بزعم خویش آزاد خیال طبقہ پورے ڈھیٹ پن کے ساتھ تضحیک آمیز لہجے میں اسلامی شعائر کا مذاق اُڑاتا ہے۔ اہل مذہب کے پاس صرف قلم اور اسلامی تعلیمات ہیں، جب کہ لبرلز کے پاس ریاستی مشینری ہے۔ البتہ یہ بات حقیقت ہے کہ اہل مذہب کا مقدمہ مکمل طور پر مضبوط اور مستحکم ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ نوجوانوں کو تحریر کے میدان میں اُتار کر یہاں بھی دین بے زار جاہلوں کا تعاقب کیا جائے۔

افغانستان میں ہم جنس پرستی

لطف اللہ خیر خواہ

چند ایک غمگین قسم کی باتیں کرنے کو دل مجبور کر رہا ہے۔ مسلسل تین دن سے بی بی سی پشتو ریڈیو اور ٹی وی چینل پر ہم جنس پرستوں کے حوالے سے رپورٹس اور انٹرویوز نشر کیے گئے ہیں۔ رپورٹ اور انٹرویوز میں سنائی دینے والی آوازیں ہم جنس پرستوں کی نہیں، بلکہ بی بی سی کے صحافیوں کی ہیں۔ مگر بی بی سی والے کہتے ہیں کہ یہ بات کرنے والا فلاں ہم جنس پرست ہے اور یہ فلاں ہے۔ سوچنا چاہیے کہ افغانستان میں اِن کی آوازوں کی اشاعت کے پیچھے کیا مقصد کار فرما ہے؟ کیا واقعی افغانستان میں ایسا کوئی ہے؟

رپورٹ بتاتی ہے کہ افغانستان میں معروف معنوں میں ہم جنس پرستی نہیں ہے۔ بد فعل افراد کی موجودگی ممکن ہے، مگر ایسی کہ وہ ہم جنس پرستی کو اپنی زندگی کا اہم مقصد بنالیں، ایسا کوئی مرد نہیں ہے، جب کہ ایسی خواتین تو بالکل بھی نہیں ہیں۔ اس بات کا امکان ہے کہ مغرب میں رہے ہوئے افغان شہریوں کے ساتھ ہم جنس پرستی بھی افغانستان میں آئی ہو، جس کا اس طرح سے اظہار کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ ایک خواجہ سرا 'نعمت سادات' نے اشرف غنی کی انتخابی مہم میں اپنے ہم جنس پرستوں کی نمائندگی کرتے ہوئے ان کی حمایت کا اعلان کیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ افغانستان میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے، مگر وہ اپنے حقوق کے لیے جدوجہد جاری رکھیں گے۔ رپورٹ میں جن آوازوں کو ہم جنس پرستوں کی آوازیں قرار دیا گیا ہے، ان میں ایک خواجہ سرا اپنے جذبات سے متعلق انتہائی گری ہوئی باتیں کرتا ہے۔ یہ خواجہ سرا وہی نعمت سادات ہے۔ مجھے یہ بات اس طرح معلوم ہوئی کہ رپورٹ میں صحافی اس کے متعلق بتاتا ہے کہ 'مجھے افغانوں کا سادہ سا میک اَپ پسند نہیں ہے۔ مجھے تیز رنگ اچھے لگتے ہیں۔'

آپ نعمت سادات کو گوگل پر سرچ کریں کہ ہونٹوں اور چہرے پر کس قدر تیز رنگ کیے ہوئے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ یہی نعمت سادات آڈیو رپورٹ میں کہتا ہے کہ 'ہم جنس پرستی معروضی حقیقت ہے، ہمارا انتخاب نہیں ہے۔' نعمت سادات نے یہ باتیں 'نظریاتی" طور پر کی ہیں۔ ایسا لگتا ہے بی بی سی یہی چاہتا ہے کہ لوگوں کی سوچوں کا رُخ اس موضوع کی پھیرا جائے، تاکہ افغانستان میں خواجہ سراؤں کی ہم جنس پرستی کو بڑھاوا دیا جاسکے۔ رپورٹ اور نعمت سادات کی باتوں میں کچھ انتہائی خطرناک ہیں۔ ایک بات یہ ہے کہ 'ہم جنس پرستی ایک حقیقت ہے، ہمارا انتخاب نہیں ہے۔ ہمیں اللہ نے ایسا ہی ہم جنس پرست پیدا کیا ہے تو شریعت میں ہماری سزا موت کیوں ہے؟'

انہوں نے غور نہیں کیا کہ چوری بھی ایک حقیقت ہے۔ قتل بھی ایک حقیقت ہے۔ منشیات بھی حقیقت ہے۔ خودکشی بھی ایک حقیقت ہے۔ مغرب اور یورپ میں انسانوں کی خرید و فروخت بھی ایک حقیقت ہے۔ اب کیا کیا جائے؟ کیا ہر حقیقی چیز کی اجازت دی جائے گی؟ چور، قاتل، نشے کا عادی سب اٹھ کر کہیں گے کہ یہ ہمارا انتخاب نہیں ہے، بلکہ ایک حقیقت ہے۔ ہمیں اللہ نے ایسا پیدا کیا ہے۔ ہمیں چوری، قتل اور نشے کی اجازت دی جائے! کیا اِن کی یہ بات عقل و مذہب سے میل کھاتی ہے!؟

خودکشی ڈپریشن یا نفسیاتی بیماریوں کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ نشہ بھی ایک بیماری ہے۔ وہ آدمی کیسے تندرست ہو سکتا ہے، جو انسانی فطرت کے خلاف کام کرے؟ مرد خواتین کی سی زندگی اختیار کرنے لگیں۔ اسی طرح عورت مردوں کا طرزِ زندگی اپنانے لگے۔ غیر فطری راستے پر چلتے ہوئے عورت مرد کی اور مرد عورت کی نفسیات اختیار کرنے لگے تو اسے بیماری نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے؟

سعودی شہر 'ریاض' میں نفسیاتی بیماریوں کے حوالے سے معروف ڈاکٹر 'عبداللہ السبیعی' کا کہنا ہے کہ تقریبا تمام سائیکاٹرسٹ اس پر متفق ہیں کہ 'ہم جنس پرستی ایک بیماری ہے۔' ان کے بقول: 'ہارمونز کے منفی اور مثبت خلط ملط ہونے سے یہ بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اس 'نفسیاتی معجون' کو انہوں نے ایک باقاعدہ مزاج اور طبیعت کا نام دیا ہے، جو سو میں مکمل ایک فیصد کے برابر بھی نہیں ہے۔ قرآن کریم میں لوط علیہ السلام کی قوم کا واقعہ ہمیں ایسے لوگوں کی نفسیات بہت واضح انداز میں سمجھاتا ہے۔ جو لوگ اپنی طبیعت کی بات کرتے ہیں، یہ پہلی بار ایسا سننے میں

نہیں آرہا، بلکہ بہت پہلے لوط علیہ السلام سے ان لوگوں نے بھی ایسا کہا تھا۔ رپورٹ میں خواجہ سرا نعمت سادات کہتا ہے کہ ہمیں ہمارے خدا تعالی نے ایسا ہی پیدا کیا ہے، مخالف جنس میں ہمیں کوئی دل چسپی نہیں ہے!!

جب عذاب کے فرشتے لوط علیہ السلام کے گھر پہنچے تو وہ بہت پریشان ہوئے کہ ان کی قوم مہمانوں کے سامنے انہیں شرمندہ کر دے گی۔ قوم کو معلوم ہوا کہ لوط علیہ السلام کے گھر خوب صورت لڑکے آئے ہیں۔ قرآن کریم نے ان کے ردِ عمل کی بہت عجیب منظر کشی کی ہے:

"وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ"

اور اُن کی قوم کے لوگ اُن کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔

لوط علیہ السلام نے ان سے کہا: دیکھو مہمانوں کے سامنے شرمندہ نہ کرو۔ یہ میری بیٹیاں ہیں، ان سے نکاح کرلو۔ یہ ایک پاکیزہ عمل ہے۔ انہوں نے کہا:

"قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ"

کہنے لگے: تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری بیٹیوں سے ہمیں کچھ مطلب نہیں، اور تم خوب جانتے ہو کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔

یہ بالکل وہی بات ہے، جو آج کے ہم جنس پرست کر رہے ہیں۔ قرآن کریم نے ان کے اس میلان کو "فاحشہ" بھی کہا ہے اور "سیئہ" بھی کہا ہے۔ اور اس فحش کے ارتکاب پر انہیں جاہل اور مریض بھی قرار دیا گیا ہے۔

"وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ"

اور ہم نے لوط کو بھیجا، جب کہ اُس نے اپنی قوم سے کہا: "حقیقت یہ ہے کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو، جو تم سے پہلے دنیا جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔"

علماء کہتے ہیں کہ:

"مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ"

میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ کوئی مخلوق ایسا نہیں کرتی۔ مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ میں اس جانب اشارہ ہے کہ صرف انسان نہیں، بلکہ روئے زمین پر کوئی بھی ایسا نہیں کرتا۔ دوسری جگہ بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ فطرت کے خلاف ہے۔ فرمایا:

"إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُونَ"

تم جنسی ہوس پوری کرنے کے لیے عورتوں کے بجائے مردوں کے پاس جاتے ہو (اور یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں) بلکہ تم ایسے لوگ ہو کہ (شرافت کی) تمام حدیں پھلانگ چکے ہو۔

دوسری جگہ فرمایا:

"بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ"

"بلکہ تم جاہل لوگ ہو۔" علماء کہتے ہیں 'رجال' میں اس طرف اشارہ ہے کہ تم ایسے لوگوں کے پیچھے لگے ہوئے ہو، جو کچھ دن بعد دیکھنے کے بھی قابل نہیں ہوں گے۔ دوسری بات یہ کہ تمہارا یہ عمل سراسر شہوت ہی ہے، ورنہ نکاح کے اپنے مقاصد اور اہداف ہیں، جو تمہاری ہم جنس پرستی سے کبھی حاصل نہیں ہوں گے۔ اب اِن آیات کے تناظر میں اِن کی ہم جنس پرستی کے اہداف دیکھیں۔

کوئی ان سے پوچھے کہ عورت کے ساتھ نکاح دنیا کی آبادی کا سبب ہے۔ کیوں کہ اسی تواصل اور تناسل سے نسلیں چلتی ہیں۔ آپ کی ہم جنس پرستی کے کیا مقاصد ہیں؟ عورت کے ساتھ نکاح سے انسانوں کے درمیان مہربانیاں اور ہمدردیاں پیدا ہوتی ہیں۔ بیوی اور شوہر، باپ اور اولاد، ماں اور اولاد، ماموں بھانجے، چچا بھتیجے، کزن، یہ سب رشتے میاں بیوی کے جائز تعلق کی بنیاد پر بنتے ہیں۔ آپ ہم جنس پرستی سے کن رشتوں کی بنیاد ڈال رہے ہیں؟! عورتوں کے ساتھ نکاح سے انسانوں کے درمیان تربیتی روایات، گھر کا تحفظ، خاندانی ادارہ، اولاد کی تربیت اور تعلیم، دنیا کی آبادی وغیرہ کا نظام قائم ہوتا ہے۔ اور آپ کیا کر رہے ہیں؟ دراصل یہ عالم کفر کی فکری جارحیت کا ایک سلسلہ ہے، جسے یہ لوگ شعوری و غیر شعوری طور پر آگے بڑھا رہے ہیں۔ بی بی سی پشتو 'فکر لاری' نامی پروگرام میں اسی سلسلے کو آگے بڑھا رہا ہے۔ یہ بھی اسی جارحیت کا تسلسل ہے، جو مسلمان عوام کے خلاف جاری رکھی گئی ہے۔

جہاد عقیدے کی عملی تصویر

جب بھی استعماری قوتوں نے افغان سرزمین کی طرف بُری نظر سے دیکھا تو اس مٹی کے فرزندوں نے اپنی دھرتی اور اِس سے منسلک اعلیٰ روایات کے تحفظ کے لیے بلند پایہ کردار کی تاریخ رقم کی ہے، جس پر اسے ہمیشہ ناز رہا ہے۔ یہاں آنے والا ہر غاصب، خصوصاً صفوی اور انگریزی استعمار کو سوائے شکست و ذلت کے اَور کچھ نہیں ملا۔ افغانستان کو ایشیا میں 'قلب' کی حیثیت حاصل ہے۔ جب یہاں امن رہا ہے، پورے ایشیا میں امن کی فاختائیں پرواز کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ جب بھی یہاں بے امنی کی فضا قائم کی گئی، پورے ایشیا کی خوش حالی سے منسوب بہاریں خزاں کا شکار ہو جاتی ہیں۔ دنیا بھر کے جارحیت پسندوں کے خلاف افغان غیور مسلمانوں کی مسلح جنگ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ مکمل جہاد عقیدۂ صالحہ کی بنیاد پر جاری ہے۔

اللہ تعالی کا نام بلند ہو۔ دنیا میں صرف اُسی کی عبادت کی جائے۔ ہر طرف اُسی کے احکامات کی تابع داری ہو۔ اُسی کے آخری پیغمبر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین 'اسلام' کا بول بالا ہو۔ یہی ولولہ اور جذبہ ہے، جس نے مجاہدین کے دل سے موت کا خوف نکال دیا ہے۔ یہی وہ ایمان ہے، جو چھوٹی جماعت کو بڑی جماعت پر فتح دلاتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالی صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ مجاہدین نے مصائب و مشکلات پر جس صبر کی مثال قائم کی ہے، ایک دنیا اس سے واقف ہے۔ امارت اسلامیہ نے بے حد کم وسائل کے ساتھ مضبوط جنگی ٹیکنالوجی کے حامل امریکا اور اُس کے حواریوں کو جانی و مالی، دونوں لحاظ سے ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف خود دشمن طبقہ بھی کر چکا ہے۔

عقیدہ ایک ایسی چیز ہے، جو انسان کو اپنی جان تک قربان کرنے پر تیار کر سکتا ہے۔ یہ اللہ تعالی بہت کرم ہے کہ اُس پاک ذات نے خصوصاً مجاہدین کو عقیدے کے ساتھ ساتھ عمل کی لازوال دولت سے نوازا ہے۔ جہاد کا عمل اللہ تعالی کو بہت پسند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اعمال میں کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالی پر ایمان لانا، جو اکیلے ہیں۔ پھر جہاد کرنا۔ پھر مقبول حج۔ اِن اعمال اور باقی اعمال میں فضیلت کا اتنا فرق ہے، جتنا کہ مشرق و مغرب کے درمیان فاصلے کا فرق ہے۔" اللہ تعالی نے دنیا بھر کے کفار کے خلاف جہاد کی یہ فضیلت مٹھی بھر مسلمانوں کو عطا فرمائی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں، جو اللہ فضیلت والی نعمت کا بھرپور استعمال کرتے ہیں اور عالم کفر کو ننگی کا ناچ نچار کھا ہے۔

مغرب نے ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ظالمانہ سازشوں کا جال بچھائے رکھا ہے۔ عراق اور افغانستان پر ناجائز عسکری جارحیت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس سب کا مقصد مسلمانوں یا کم از کم ایک شخص کو صحیح العقیدہ مسلمان بنانے والی تعلیمات اور عقائد کا خاتمہ ہے۔ یہ درست ہے کہ مغرب افغانستان پر عسکری جارحیت کے ذریعے یہ وسطی ایشیا کے معدنی ذخائر تک پہنچنا چاہتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ افغانستان میں مجاہدین کی جانب سے دن بدن مزاحمت بڑھ رہی ہے، جس سے مغرب اپنے مذموم مقاصد میں ناکام ہو چکا ہے۔ مغرب نے اہل اسلام کو جن مصائب سے دوچار کیا ہے، ہر خطے کے مجاہدین ہر جگہ اُن کا بدلہ لے رہے ہیں اور مزید بھی لیں گے، حتی کہ اللہ تعالی کا نام دنیا بھر میں بلند ہو جائے۔

ٹرمپ! امریکیوں کی امیدیں پوری ہوں گی؟

سیاسی میدان میں نووارد نسل پرست ڈونلڈ ٹرمپ 2016ء کے حالیہ انتخابات میں کامیاب ہو کر امریکا کے 45ویں صدر بن چکے ہیں۔ جب انہوں نے گزشتہ سال اعلان کیا کہ وہ امریکا کے صدارتی انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں تو بہت سے لوگوں کو ان کی بات پر ہنسی آگئی۔ جب وہ جولائی میں ہیلری جیسی سیاست دان کے مقابلے میں امیدوار بنے تو امریکی میڈیا پر شائع ہونے والی رپورٹوں اور تجزیوں میں ٹرمپ کی ناکامی اور ہیلری کی یقینی کامیابی کی پیش گوئیاں کی جانے لگیں۔ مگر انتخابات کے میدان میں ٹرمپ توقعات کے برعکس جیت گئے۔

بظاہر امریکی عوام دیگر عوامل سے متاثر نہیں ہوئے، بلکہ انہوں نے اپنی مرضی کے آدمی کو ووٹ دیا تھا۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ امریکی انتخابات تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ ٹرمپ نے وہاں بھی زیادہ ووٹ حاصل کیے، جہاں ڈیموکریٹکس کی اکثریت تھی۔ امریکا کی تمام ریاستوں کے 538 نمائندے ہیں۔ یہی نمائندے صدر کا انتخاب کرتے ہیں۔ صدر بننے کے لیے امیدوار کو ان میں 270 ووٹوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ٹرمپ نے متعین ووٹوں سے 20 ووٹ زیادہ حاصل کیے ہیں۔ وہ 290 ووٹ حاصل کر کے امریکا کے صدر بن گئے ہیں، جب کہ ہیلری صرف 227 ووٹ لے سکی ہیں۔

فلوریڈا، اوہائیو، پنسلوانیا اور شمالی کیرولینا نام کی ریاستیں جہاں ٹرمپ کی کامیابی کے امکانات کم نظر آرہے تھے وہاں بھی کامیاب ہوگئے، ٹرمپ نے 28 ریاستوں میں زیادہ ووٹ حاصل کیے، مگر ہیلری صرف 18 ریاستوں میں زیادہ ووٹ لے سکی،

انتخابی مہم کے دوران ہر فریق نے دوسرے کے خلاف ایسا تیز لہجہ استعمال کیا کہ ماضی قریب میں امریکا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس لیے یہ خیال کیا جاتا رہا کہ شاید انتخابات کے روز پُر تشدد واقعات اور بد نظمی کی صورت حال کثرت سے سامنے آئے، مگر ایسا کچھ بھی نہ ہو سکا۔ باوجود یہ کہ ری پبلکن سے تعلق رکھنے والے ٹرمپ کی کامیابی ڈیموکریٹکس کے لیے قابل قبول نہ تھی، مگر جب ان کی کامیابی کا اعلان ہوا تو امریکا کے مختلف حصوں میں ہیلری کلنٹن کے حامیوں نے ان کے خلاف مظاہرے کیے۔ ان میں کوئی پُر تشدد واقعہ پیش نہیں آیا۔ کہیں عمارتوں کو تباہ کیا گیا اور نہ ہی قومی املاک کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی۔

ٹرمپ کی سب سے بڑی حریف ہیلری کلنٹن نے انتخابی کمپین کے دوران مدِمقابل پر شدید تنقید اور اعتراضات کیے، مگر ٹرمپ کامیاب ہو گیا تو افغانستان اور تیسری دنیا کے دیگر ممالک کی طرح کی صورت حال نہ بنی کہ ہیلری نے نتائج تسلیم کرنے سے انکار کر کے اپنے مخالف پر دھاندلی کا الزام لگایا، بلکہ ٹرمپ کو کامیابی پر مبارک باد دی اور امید ظاہر کی کہ ٹرمپ ایک کامیاب صدر ہو گا۔ ٹرمپ نے بھی اپنی بیان میں امریکا کے لیے ہیلری کلنٹن کی خدمات کی تعریف کی اور انہیں ایک مضبوط مقابل خاتون قرار دیا۔ بارک ٹرمپ نے اعلانیہ مخالف اوباما نے ٹرمپ اور ان کی اہلیہ کو وہائٹ ہاؤس میں کھانے کی دعوت دی۔ وہاں اوباما نے سکیورٹی امور کے متعلق بریفنگ دی اور دونوں رہنماؤں نے باہم رابطہ اور تعاون جاری رکھنے کا عہد کیا۔

ٹرمپ کی کامیابی بہت سے لوگوں کو عجیب لگتی ہے، مگر امریکا کی داخلی صورت حال اور پالیسیوں کو دیکھا جائے تو ٹرمپ کی کامیابی حیران کن نہیں ہے۔ ٹرمپ کا انتخاب امریکا کی رواں سیاسی صورت حال میں امریکی عوام کا وہ ردِ عمل ہے، جس کی توقع کی جا رہی تھی۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس مادی دنیا میں امریکا ہر لحاظ سے پوری دنیا سے آگے تھا۔ یہ اتنا بڑا ملک پورے ایک براعظم پر مشتمل ہے۔ یہاں کی زراعت اور صنعت بے مثال اور معیشت اتنی مضبوط تھی کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد تباہ و برباد ہونے والے پورے یورپ کو سہارا دے کر اسے پاؤں پر کھڑا کیا۔ اگر آج جاپان اور جنوبی کوریا جیسے ممالک اقتصادی لحاظ سے ترقی یافتہ ہیں تو ان کی ترقی میں بھی بڑا ہاتھ امریکی ٹیکنالوجی کا ہے۔ سعودی عرب، کویت، عراق، ایران اور دیگر خلیجی ممالک اپنے تیل کی بدولت امیر ممالک ہیں۔ مگر تیل کے یہ ذخائر دریافت کرنے، نکالنے اور مارکیٹ تک پہنچانے کا سارا کام امریکی سرمایہ دار کمپنیوں نے کیا ہے۔

امریکا گزشتہ 25 سالوں سے حالت جنگ میں ہے۔ بہت سے ممالک پر براہ راست یا بالواسطہ جارحیت کر کے ان پر قبضہ کیا ہے۔ امریکا کو ان قبضوں سے جو

اقتصادی توقعات تھیں، وہ تو خاک میں مل گئیں، مگر ان جنگوں پر امریکا کا بہت سرمایہ خرچ ہوا ہے۔ یہ مصارف کھربوں ڈالر تک پہنچتے ہیں۔ ان بے انتہا مصارف کی وجہ سے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ امریکی معیشت زمین بوس ہو جاتی، مگر ایسا نہ ہو سکا۔ امریکا چین جیسے ملک کا مقروض ہو گیا۔ اقتصادی ترقی کی رفتار صفر کے قریب ضرور ہوئی، مگر یہ تباہ نہیں ہوا۔ افغانستان کی 10 سالہ جنگ میں روسی مصارف امریکی جنگ کے دسویں حصے کے برابر بھی نہیں ہیں، مگر پھر بھی ان جنگی اخراجات نے روس کو معاشی اعتبار سے تباہ کر ڈالا۔ امریکا ان تمام مصارف کے ساتھ ساتھ دنیا کے بہت سے اپنے کٹھ پتلی ممالک کو عسکری اور اقتصادی تعاون کے نام پر بہت بڑی رقم ہر سال فراہم کر رہا ہے۔ امریکا ہر لحاظ سے عظیم سمجھا جا رہا تھا اور اس مادی دنیا میں واقعتہً عظیم تھا، مگر بدقسمتی سے مادیات کی حد سے زیادہ حرص اسے افغانستان میں لے آئی۔ جس سے دنیا میں اس کی عظمت اور اس کا مقام خاک میں مل گیا۔ پوری دنیا پر قبضے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ دنیا پر جو اس کا رعب و دبدبہ ختم ہو کر رہ گیا۔ یہ سوچ دنیا سے ختم ہو گئی کہ امریکا ناقابل شکست ہے۔ امریکا کے لیے شکست سے زیادہ یہ بہت باعث شرم ہے کہ عالمی سطح پر اس کی ساکھ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے۔ امریکی مغرور ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ضدی قوم ہے۔ دنیا کے سامنے اپنی حکومتوں کے غلط اقدامات اور فیصلوں کا اعتراف نہ کرنا ان کے غرور اور ضد کی واضح دلیل ہے۔

البتہ اب دن پھر رہے ہیں۔ امریکا کی چودھراہٹ کے غبارے سے ہوا نکل رہی ہے۔ جس کی ایک مثال یوکرائن سے امریکا کی شرمناک واپسی ہے۔ اسی طرح افغانستان میں امریکا کی کیفیت بھی بہت کچھ سامنے لا رہی ہے۔ اسی وجہ سے اب مغرور امریکیوں کو یہ احساس ستانے لگا ہے کہ امریکا کو ایسے جرأت مند صدر کی ضرورت ہے، جو عالمی مسائل میں دنیا کی دیگر طاقتوں کے مقابلے میں ٹھہر سکے۔ اور امریکا کا کھویا ہوا مقام واپس حاصل کر لے۔ ٹرمپ نے یہ نعرہ لگایا کہ ہم امریکا کی عظمت دوبارہ زندہ کر دیں گے۔ ہم امریکا کو دوبارہ 'عظیم امریکا' بنا دیں گے۔ یہ امریکی عوام کے دل کی آواز تھی۔ اس لیے انہوں نے ٹرمپ کو بہت خلوص سے ووٹ دے کر انہیں کامیاب کرا دیا۔ ٹرمپ نے انتخابی کیمپین کے دوران کہا تھا کہ امریکا کی خارجہ پالیسی اتنی ناکام ہے، جس کی وجہ سے اب یہ لوگوں کے لیے مذاق بن کر رہ گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ امریکی عوام موجودہ حالات کے لیے جیسا صدر مانگ رہے تھے، کیا ٹرمپ ویسے ثابت ہوں گے؟ اس کا جواب سامنے ہے کہ کبھی بھی نہیں!

ٹرمپ تو امریکا کی خارجہ پالیسی کی تباہی کی بات کرتے ہیں، مگر وہ خود کبھی کامیاب سفارتکار نہیں رہے۔ وہ کوئی سیاسی تجربہ بھی نہیں رکھتے۔ اُن سے کوئی توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ امریکا کی ناکامی کو کامیابی سے بدل دیں گے۔ آج مشرق وسطی میں بہت بُرے حالات ہیں۔ یہاں بہت بڑا انسانی المیہ واقع ہو رہا ہے۔ ان تمام حالات کی ذمہ داری امریکا کے سر ہے۔ امریکا یہاں شدید بدنام ہے۔ وہ ایسا گھرا ہے کہ اب نکلنے کی چاہت کے باوجود نہیں نکل پا رہا۔ جب اوباما آٹھ سال قبل صدارتی امیدوار کے طور پر سامنے آئے تو انہوں نے عراق سے فوجیں نکالنے کا نعرہ بلند کیا تھا۔ یہ نعرہ ان کے کامیاب نعروں میں سے ایک تھا۔ جب وہ پہلی بار کامیاب ہو کر صدر بن گئے تو انہوں نے اعلان کیا کہ عراق سے امریکی افواج کے انخلا کا سلسلہ ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔ اوباما کے دونوں ادوار گزر گئے، مگر عراق سے امریکی افواج کا انخلا نہ ہو سکا۔ اب جب کہ اوباما آٹھ سال بعد اپنا دوسرا دورِ حکومت بھی ختم کر چکے ہیں تو عراق کے شہر موصل میں امریکی فوجی جنگ میں مصروف ہیں۔ اس شہر پر امریکی طیارے بمباری کر رہے ہیں۔

اوباما نے اپنے دورِ اقتدار کے آخری دو سالوں میں وسطی ایشیا سے پسپائی اختیار کی۔ ان کی پالیسی میں جنوب مشرقی ایشیا زیادہ قابل توجہ رہا تھا۔ جس کے متعلق اوباما اور ان کے مشیروں کا کہنا تھا کہ اب امریکا کے مشرق وسطی سے زیادہ مفادات وابستہ نہیں رہے۔ اس بیان کی وجہ امریکا میں تیل کی دریافت، جنگوں سے امریکی عوام کی بیزاری اور ایران امریکا کی قربت ہے۔ اس لیے امریکا مشرق وسطی سے پسپائی کی پالیسی پر عمل کرنا چاہتا ہے، مگر اس میں کامیابی نہیں مل رہی۔ اب جب ٹرمپ اوباما کی جگہ لے رہے ہیں تو حالات یہ ہیں کہ امریکا افغانستان کے علاوہ عراق، شام اور لیبیا میں پورے طور پر اور یمن میں جزوی طور پر ناکامی کا شکار ہے۔ دوسری طرف اوباما انتظامیہ خلیج میں اپنے پرانے دوستوں (عرب) کو ناراض کر چکی ہے۔ اس لیے ٹرمپ کے مشرق وسطی سے آبرومندانہ انخلا کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہاں سے نکلنے کا واحد راستہ شکست تسلیم کر کے بھاگ جانا ہے، مگر سب کچھ چھوڑ کر بھاگ جانے سے یہاں جو تباہی اور بدنظمی آئے گی، اس کے بُرے اثرات مغرب اور دیگر قریبی خطوں پر بھی پڑیں گے۔ جس کی ذمہ داری امریکا پر عائد ہو گی۔ یوں امریکا کی مزید بدنامی ہو گی۔ جس سے امریکا مغرب کی قیادت اور سربراہی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

ٹرمپ نے اپنی زندگی میں کئی مرتبہ عملی بداخلاقی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اُن کی حماقت بہت مشہور ہے۔ انہیں نظام چلانے کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ انہوں نے زیادہ ووٹ لینے کے لیے خود کو متعصب امریکی اور متعصب عیسائی ظاہر کیا۔ مسلمانوں اور امریکا آئے ہوئے تمام تارکین وطن کے خلاف نامناسب لہجہ استعمال کیا۔ اِس سب کچھ سے امریکا کی داخلی سیاست بھی ناکام اور متزلزل ہو گی۔ جب وہ اقتدار سنبھالیں گے تو ممکن ہے کہ وہ بہت سے ایسے نامناسب اور فوری اقدامات کریں، جو عوام میں غم و غصے کی نئی لہر پیدا کر دیں۔ جس سے بدنظمی پیدا ہونے کے خدشات ہیں۔

جنگی جرائم نومبر 2016

افغانستان میں ظلم وستم کی جس رات کی تاریکی امریکا لے کر آیا تھا، وہ سیاہی کئی اُجالوں کو نگل گئی ہے۔ اُن میں سے یہ بھی ہے کہ دوہزار سولہ کے نومبر کی 2 تاریخ کو جارح قوتوں نے افغان فوج کے تعاون سے چھاپوں اور بمباری میں قندوز کے 'بز قندھاری، الچین پل اور حضرت سلطان' کے علاقوں میں ساٹھ عام افراد شہید کر دیے۔ اس بمباری میں بڑی تعداد میں لوگ زخمی بھی ہوئے۔ علاوہ ازیں پچاس گھر تباہ ہونے کے ساتھ بھاری تعداد میں مالی نقصان بھی پہنچا ہے۔

3 تاریخ کو فاریاب کے ضلع خواجہ پوش کے علاقے 'قلعہ کوسہ' میں افغان فوجیوں نے مارٹر سے تین افراد شہید اور سولہ زخمی کر دیے۔ مقامی لوگوں کے مطابق یہ حملہ شادی کی تقریب پر کیا گیا، جس میں نقصان بھی زیادہ ہوا۔ جب کہ شہید ہونے والے تمام افراد عام لوگ تھے۔

6نومبر کو پکتیکا کے ضلع یوسف خیل میں افغان فوج نے عام مسافر گاڑی پر فائرنگ کر کے دو بچے زخمی کر دیے۔

8 تاریخ کو ہرات کے ضلع شین ڈنڈ کے علاقے 'اوراین' میں افغان فوج کی بمباری میں تین افراد شہید اور سات زخمی ہوگئے۔

11 تاریخ کو غزنی کے علاقے واغزمیں سانزو گاؤں میں مقامی فوجیوں کی فائرنگ سے ایک خاتون شہید ہوگئی۔ جب کہ اسی دن ننگرہار کے ضلع غنی خیل کے علاقے 'مار کو' میں افغان فوج نے توپ کے گولے داغ کر کئی عام لوگوں کو شہید کر دیا، جن میں دو خواتین بھی زخمی ہو گئیں۔

13 تاریخ کو غزنی کے ضلع شلگر کے شینکی نامی گاؤں میں افغان فوج کی فائرنگ سے ایک آدمی شہید اور دو بچے زخمی ہوگئے۔

19 تاریخ کو لغمان کے ضلع 'علی شنگ' کے علاقے جبون ڈاگ میں افغان فوج نے ہیلی کاپٹر حملے میں ایک خاتون کو شہید اور دو افراد کو زخمی کر دیا۔

22 تاریخ کو نورستان کے ضلع دواب میں 'بجگل' نامی گاؤں میں افغان فوج نے مارٹر کے فائر سے تین خواتین اور ایک بچہ زخمی کر دیا۔

25 تاریخ کو لغمان کے مرکز 'مہترلام' کے علاقے صافی کلا میں افغان فوج کے مارٹر کے فائر میں ایک خاتون شہید اور چار افراد زخمی ہو گئے۔

28 تاریخ کو صوبہ فراہ کے ضلع 'فراہ رود' کے علاقے 'وری' میں افغان فوج نے ایک جنازے کے اجتماع پر حملہ کر دیا، جس میں ایک آدمی شہید اور دس زخمی ہوگئے۔

29 تاریخ کو زابل کے ضلع شاہ جوئی کے علاقے خان کورو میں امریکیوں نے ایک 15 سالہ لڑکے نادر خان ولد محمد جان کو شہید کر دیا۔

ماخذ:

بی بی سی ریڈیو، آزادی ،افغان اسلامی ایجنسی، پژواک، خبریال ویب سائٹ، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیا،

افغانستان اکتوبر 2016 میں

زیر نظر تحریر میں صرف ان واقعات و خبروں سے متعلق معلومات جمع کی گئی ہیں، جنہیں دشمن نے تسلیم کیا ہے۔ یاد رہے دشمن نے ہمیشہ ایسے واقعات اور حقائق کی اشاعت میں بد دیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ مزید واقعات کی منصفانہ تفصیل کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ الامارہ وزٹ کیجیے۔ اکتوبر 2016 بہت سی کارروائیوں، فتوحات اور کامیابیوں کا مہینا تھا۔ علاوہ ازیں بھاری بھرکم غنائم بھی مجاہدین کے ہاتھ آئے ہیں۔ اسی طرح کٹھ پتلی انتظامیہ کے لیے کام کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد نے بھی مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے تھے۔

جارحیت پسندوں کو ہونے والے نقصانات:

اکتوبر 2016 میں جارحیت پسندوں کو قابلِ ذکر جانی نقصان ہوا۔ باوثوق رپورٹس کے مطابق 5 اکتوبر کو افغانستان کے مشرق میں ایک امریکی فوجی ہلاک ہو گیا۔ اسی ماہ کی 8 تاریخ کو ننگرہار میں بھی 2 امریکی فوجی زخمی ہوئے۔ دشمن نے ان دونوں واقعات کا اعتراف کیا ہے۔

اکتوبر کی 19 تاریخ کو دشمن کی صفوں میں موجود ایک مجاہد نے 2 امریکی فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ جب کہ اس حملے میں 3 فوجی زخمی ہو گئے۔ جب کہ 24 اکتوبر کو خوست کے ضلع 'صبری' میں 4 نیٹو فوجی ایک بکتر بند گاڑی پر ہونے والے ایک دھماکے میں ہلاک ہو گئے۔ اس کے دو روز بعد بگرام میں بھی جارحیت پسندوں پر میزائل حملہ ہوا، جس سے انہیں بہت مالی و جانی نقصان ہوا، مگر انہوں اپنی عادت کے مطابق صرف 2 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ اگرچہ اکتوبر میں جارحیت پسندوں کے دس سے زیادہ فوجی ہلاک ہوئے ہیں، مگر انہوں نے صرف 3 فوجیوں کے زخمی ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ اس طرح سالانہ گنتی 11 تک پہنچ گئی ہے اور جارحیت کے پورے دورانیے میں ہلاک والے بیرونی فوجیوں کی اعترافی تعداد 3523 ہو گئی ہے۔

کٹھ پتلی فوج کے نقصانات:

سیگار کی 30 اکتوبر کو شائع ہونے والی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ گزشتہ سال میں 5000 افغان فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔ حالانکہ 2016 کے اگست کے آخر تک ہلاک ہونے والے افغان فوجیوں کی تعداد 5523 تک پہنچ گئی تھی۔ علاوہ ازیں گزشتہ سال زخمیوں کی تعداد 9500 تھی۔ کٹھ پتلی فوج کی بڑھتی ہوئی ہلاکتیں اُس کے بیرونی آقاؤں کے لیے بھی گھبراہٹ اور پریشانی کا سامان بن رہی ہیں۔ افغانستان میں جارح فوج کے جنرل کمانڈر 'نیکولسن' نے 24 اکتوبر کو افغان فوجیوں کی بے اندازہ ہلاکتوں کے حوالے سے منفی خدشات کا اظہار کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ نیٹو کا ہیڈ کوارٹر اس حوالے سے شدید پریشان ہے۔

کٹھ پتلی فوجیوں کی ہلاکتوں کی صحیح تعداد ان حالات میں ناممکن ہے، کچھ واقعات کا ذکر ان اعداد و شمار کا قریبی اندازہ لگانے میں مدد دے سکتا ہے۔

تین اکتوبر کو ہلمند کے ضلع ناوہ کی فتح کے دوران وہاں کے پولیس چیف سمیت کئی کٹھ پتلی فوجی ہلاک ہو گئے۔ 11 اکتوبر کو ذرائع ابلاغ نے ہلمند مرکز میں جنگ کے دوران 230 فوجیوں کے زخمی اور زندہ گرفتار ہونے کی اطلاع دی۔ 16 اکتوبر کو ہلمند کے گورنر نے 50 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ انہوں نے کہا کہ مزید 50 فوجی اس صوبے میں لاپتا ہیں۔ کٹھ پتلی فوج کے اعلی سربراہوں میں شمار ہونے والے گلم جم ملیشیا کے سربراہ جنرل دوستم بھی ایک جھڑپ میں مجاہدین کے ہاتھوں گہرے زخموں کا تحفہ وصول فرما چکے ہیں۔ اُن کے علاوہ کئی دیگر جنگجو بھی ہلاک ہوئے تھے۔ اس سے قبل بھی گلم جم ملیشیا کے بڑے کمانڈر صوبہ فاریاب میں مجاہدین کے حملے میں ہلاک ہوئے تھے۔ 17 اکتوبر کو انٹیلی جنس کے کچھ خاص کمانڈر بادغیس میں مجاہدین کے ایک حملے میں ہلاک ہو گئے تھے۔

دشمن کو ہونے والے نقصانات:

جانی نقصان کے علاوہ صلیبی مزدوروں اور ان کے آقاؤں کو بھاری مقدار میں مالی نقصان بھی ہوا۔ ان کے رسد فراہمی کے کانوائے تباہ کر دیے گئے۔ کئی اضلاع پر مجاہدین قبضہ کر چکے ہیں۔ بہت سے اسٹریٹجک علاقے مجاہدین کے ہاتھ آگئے ہیں۔ اتنی بھاری تعداد میں جنگی وسائل غنیمت میں حاصل کر لیے گئے ہیں کہ مجاہدین اسلحہ کے اعتبار سے بہت مضبوط ہوگئے ہیں۔ اس سب کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ صرف اکتوبر میں مجاہدین نے دشمن کو کئی ملین ڈالر کا نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے علاوہ اسی ماہ دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر قندھار ضلع شاہ ولی کوٹ میں گرایا گیا۔ اسی طرح 9 اکتوبر کو ایک اور ہیلی کاپٹر بغلان پل خمری میں مجاہدین کے ہاتھوں تباہ ہوا۔ اس ہیلی کاپٹر کی تباہی سے دشمن کا مالی نقصان کئی ملین ڈالر مزید بڑھ گیا۔

کٹھ پتلی فوج پر صلیبی آقاؤں کے حملے:

شرارت پسند امریکا نے جارحیت کے آغاز سے اب تک کئی بار اپنے افغان کٹھ پتلی فوجیوں کو نشانہ بنایا ہے۔ کئی درجن افغان فوجی خود امریکا نے قتل کر دیے ہیں۔ اس سلسلے میں یکم اکتوبر کو امریکی طیاروں نے امریکا کی خدمت میں مصروف افغان کمانڈوز کو بموں سے نشانہ بنایا، جس میں پانچ ہلاک اور مزید پانچ زخمی ہوگئے۔ 9 اکتوبر کو اسی صوبے کے ضلع نوبہار میں بھی اسی طرح کا حملہ کیا گیا، جس میں 2 افغان فوجی ہلاک اور 6 زخمی ہوگئے۔ یہ فوجی مجاہدین سے ایک جنگ کے دوران میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے کہ امریکی طیاروں کا نشانہ بنا دیے گئے۔

ٹریفک پولیس میدان جنگ میں:

مسلسل شکست اور نقصانات اٹھانے کے بعد جارحیت پسندوں کو نئی نئی پریشانیوں اور مسائل کا سامنا ہے۔ دوسری طرف کٹھ پتلی فوج بھی شدید مایوسیوں میں الجھی ہوئی ہے۔ حتی کہ انہوں نے 13 اکتوبر کو فیصلہ کیا کہ کابل شہر کی ٹریفک پولیس کو بھی ہلمند جنگ کے لیے بھیج دیا جائے۔ اس اقدام سے واضح ہوتا ہے کہ افغانستان کے مختلف حصوں میں مجاہدین کے حملوں نے کابل انتظامیہ کا حوصلہ اتنا گرا دیا ہے کہ اب واپس ٹھیک ہونے کی توقع ہی نہیں۔

مجاہدین سے ملنے کا سلسلہ:

مجاہدین نے اللہ تعالی کی مدد سے اپنی مسلح پیش رفت جاری رکھی ہے۔ علاوہ ازیں 'دعوت و ارشاد کمیشن' نے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے دن رات ایک کر رکھا ہے۔ کٹھ پتلی انتظامیہ کے بہت سے اہل کاروں کو دعوتی انداز میں حقائق سے باخبر کر کے دشمن کی صف سے الگ کیا گیا ہے۔ رپورٹس کے مطابق اس ماہ میں تقریبا 1048 حکومتی کارکن اپنی ذمہ داریاں چھوڑ کر مجاہدین سے مل گئے ہیں۔ اگرچہ اس حوالے سے مکمل رپورٹ الامارہ ویب سائٹ کے 'جلب و جذب کمیشن' کے صفحے پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے، مگر نمونے کے لیے یہاں کچھ واقعات ملاحظہ فرمائیں:

چھ اکتوبر کو بغلان کے مرکز میں کٹھ پتلی فوج کے 7 اہل کار اپنا اسلحہ اور جنگی وسائل لے کر مجاہدین کے ساتھ مل گئے۔ ایک روز بعد بادغیس کے ضلع بالا مرغاب میں 80 سرحدی پولیس اہل کاروں نے اپنے کمانڈر سمیت مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ 11 اکتوبر کو اروزگان کے مرکز میں نظم عامہ کی پولیس کا پورا یونٹ اپنے وسائل کے ساتھ مجاہدین سے مل گیا۔ اسی روز ہلمند کے مرکز میں کٹھ پتلی انتظامیہ کے 230 سیکورٹی اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ جب کہ باقی اہل کار حملوں میں ہلاک ہوگئے۔ اسی طرح 30 اکتوبر کو اروزگان میں ایک اور یونٹ نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ رپورٹس کے مطابق اس یونٹ میں ایک چیک پوسٹ کمانڈر، ایک یونٹ کمانڈر، ایک نائٹ کمانڈر اور 42 دیگر فوجی شامل تھے۔

افغان فوجیوں کا فرار:

جنگ کی شدت اس کا باعث بن رہی ہے کہ کٹھ پتلی انتظامیہ کے حکام اور فوجی یا تو مجاہدین کے ساتھ مل رہے ہیں یا کسی محفوظ مقام کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ اب ان کے پاس یہی دو راستے ہیں، جن کے ذریعے وہ خود کو مجاہدین کے ہاتھوں موت سے بچا سکتے ہیں۔ بھاگنے کی یہ کیفیت صرف ان فوجیوں تک محدود نہیں ہے، جو جنگ میں مصروف ہیں، بلکہ بیرون ملک گئے ہوئے فوجی بھی آہستہ آہستہ غائب ہو رہے ہیں۔ 6 اکتوبر کو رپورٹ میں بتایا گیا کہ امریکا میں فوجی تربیت کے لیے جانے

والے افغان فوجی تربیتی مراکز سے بھاگ گئے ہیں۔ اس سے قبل بھی اس طرح کے بہت سے واقعات ہوئے ہیں۔ کبھی کٹھ پتلی انتظامیہ کے عسکری یا سول ارکان سیاحت یا تربیت کے لیے بیرون ممالک گئے ہیں تو انہوں نے واپس آنے سے انکار کر کے میزبان ملک کو پناہ کی درخواست دے دی ہے۔

جارحیت پسندوں کا فرار:

دو سال سے افغانستان سے جارحیت پسندوں کے انخلا اور فرار کا سلسلہ شروع ہے۔ امید تھی 2015 کے آخر تک یہ سب افغانستان سے نکل جائیں گے، مگر یہ لوگ اپنی کٹھ پتلیوں کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے پر کاربند نہ رہے۔ جارحیت پسندوں کے اس فرار کے سلسلے میں 3 اکتوبر کو بلغاریہ کے وزیراعظم نے اعلان کیا کہ وہ بہت جلد افغانستان سے اپنی فوج نکال لیں گے۔ اس لیے کہ جارح ممالک بروکسل میں افغانستان کے مسئلے کے حل کے لیے کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے۔

عمری آپریشن:

اکتوبر میں عمری آپریشن کا سلسلہ بھی اللہ کے فضل و کرم سے پوری شدت سے جاری رہا، جس میں بڑے پیمانے پر کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ اس حوالے سے کچھ مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

دو اکتوبر کو قندھار ضلع شاہ ولی کوٹ میں مجاہدین کے حملے میں ایک امریکی ہیلی کاپٹر تباہ ہو گیا۔ اسی روز زابل کا ضلع نو بہار مجاہدین کے حملوں کی زد میں رہا، جس میں بہت سے دشمن ہلاک اور زخمی ہوئے۔ ایک روز بعد امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ایک بار پھر قندوز کے مرکز پر وسیع حملہ کیا اور مرکزی چوک تک سارا علاقہ فتح کر ڈالا۔ جب کہ شہر کے کناروں پر اب بھی لڑائی جاری ہے۔ 7 اکتوبر کو مجاہدین نے بغلان کے مرکز میں دشمن کے ایک بڑے کانوائے پر حملہ کیا۔ یہ کانوائے قندوز کے شکست خوردہ فوجیوں کو رسد فراہمی کے لیے جا رہا تھا۔ اس حملے میں تمام سامان جل کر راکھ ہو گیا۔ قندوز پر حملے کے ساتھ ساتھ مجاہدین نے 3 اکتوبر کو ہلمند کا ضلع ناوہ بھی فتح کر لیا ہے۔ جب کہ حملے میں ضلعی کمانڈر ہلاک ہو گیا۔ اس کے ایک روز بعد ضلع خانشین چوتھی بار مجاہدین کے قبضے میں آ گیا۔ 6 اکتوبر کو پل خمری شہر میں بھی شدید لڑائی جاری رہی۔ ایک روز بعد فراہ میں جنگ کا میدان سج گیا۔ جس میں صوبائی مرکز فتح کر لیا، جب کہ دشمن کے بقول 20 فوجی بھی ہلاک ہو گئے۔

عمری آپریشن کے سلسلے میں مجاہدین نے 9 اکتوبر کو پل خمری شہر میں ایک ہیلی کاپٹر اس وقت گرا دیا، جب وہ جنگ میں محصور فوجیوں کو رسد فراہم کرنے آ رہا تھا۔ اسی ماہ کی دس تاریخ کو مجاہدین لشکر گاہ میں داخل ہو گئے۔ جس میں شہر کے آخری کناروں تک مجاہدین کا قبضہ مستحکم ہو گیا ہے۔ جب کہ اس کے 27 گھنٹے بعد فاریاب کا ضلع غورماچ بھی مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے 23 اکتوبر کو اروزگان کے ضلع چورہ میں شدید جنگ کے بعد 35 چیک پوسٹیں فتح کر لیں۔ 25 اکتوبر کو بگرام ایئر بیس کے دروازے پر ایک بڑا فدائی حملہ ہوا، جس میں بھاری تعداد میں دشمن کو ہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک روز بعد میدان وردگ میں حکومتی تنصیبات پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس میں بھاری مقدار میں جانی و مالی نقصان ہوا۔

مجاہدین اور نئی ٹیکنالوجی کا استعمال:

دشمن ایک جانب میدان جنگ میں مجاہدین کی پیش رفت سے پریشان ہے تو دوسری جانب صلیبی مزدوروں کے دل میں یہ خوف اس وقت کئی گنا بڑھ گیا، جب مجاہدین نے ڈرون کیمرے سے بنائی گئی حملے کی ویڈیو نشر کی۔ یہ حملہ ایک فدائی مجاہد کی جانب سے ہلمند کے ضلع ناوہ میں پولیس ہیڈ کوارٹر پر کیا گیا تھا۔ اس ویڈیو نے جارحیت پسند آقاؤں کے ساتھ اس کی کٹھ پتلیوں کو بھی پریشانی میں ڈال دیا ہے۔ وہ حیران ہیں کہ مجاہدین نے ڈرون کیمرے کہاں سے حاصل کیے ہیں؟ انہوں نے خبردار کیا ہے کہ اگر وہ مجاہدین کا ڈرون کیمرہ فضا میں دیکھیں گے تو اُسے تباہ کر دیں گے۔

کٹھ پتلی انتظامیہ کے اندرونی اختلافات:

جیسا کہ ہم پہلے یاد دہانی کرا چکے ہیں کہ اختیارات کی تقسیم میں رہنماؤں کے درمیان اختلافات عروج پر پہنچ چکے ہیں۔ ایک دوسرے پر زبانی حملوں کے ساتھ ساتھ اختیارات اور کرسی کے لیے جنگ زوروں پر ہے۔ اس سلسلے میں 2 اکتوبر کو ننگرہار کے گورنر نے استعفا دے دیا۔ انہوں نے اپنے استعفا کی وجہ ننگرہار کے مسائل میں کابل انتظامیہ کی بے پروائی اور بے توجہی کو قرار دیا ہے۔ 10 اکتوبر کو قندوز کے ضلع امام صاحب کے گورنر نے قندوز کی شکست کا ذمہ دار کٹھ پتلی انتظامیہ کے

جنرل اور قندوز جنگ کے کو ٹھہرایا ہے۔ جواب میں آرمی جنرل نے کہا ہے کہ قندوز جنگ کے خاتمے کے بعد قندوز کے سقوط کے حوالے سے راز افشا کیے جائیں گے۔

اِنہی اختلافات کے سلسلے میں 24 اکتوبر کو گلم جم ملیشیا کے سربراہ جنرل دوستم نے کٹھ پتلی صدر اور چیف ایگزیکٹو پر قوم پرستی کا الزام لگا کر انہیں متعصب قرار دے دیا۔ اسی طرح کٹھ پتلی انتظامیہ کے دیگر بڑے رہنماؤں کو نااہل قرار دے کر ان پر الزام لگایا ہے کہ ان (دوستم) پر ہونے والے حملے میں یہ لوگ ملوث ہیں۔ 31 اکتوبر کو وزارت صحت میں وزارت کے عہدیداروں کے درمیان مسلح جنگ بھی ہوئی۔ نیٹو نے بھی 26 اکتوبر کو کٹھ پتلی انتظامیہ کے درمیان اختلافات کو قابل تشویش قرار دیا۔

جارحیت پسندوں کے حملوں میں اضافہ:

جارحیت پسند اپنی کٹھ پتلیوں کے ساتھ ہونے والے معاہدے کے برخلاف ایک بار پھر دوبدو جنگ میں شرکت کے لیے جنگ زدہ علاقوں میں گئے ہیں۔ یوں جنگی طیاروں کی تعداد میں بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔ 27 اکتوبر کو شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق گزشتہ دس ماہ میں ان کی جانب سے کم از کم 700 حملے کیے گئے ہیں۔

جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلیوں کے عوام پر مظالم:

افغان عوام کے دشمنوں کی جانب سے 'ظالمانہ جارحیت' ایک پالیسی کے طور پر مسلط ہے۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ اسے دن بدن مزید بڑھایا جا رہا ہے۔ اس حوالے سے امارت اسلامیہ کی جانب سے عوامی نقصانات کی رپورٹ شائع ہو گئی ہے۔ یہاں چند واقعات کا ذکر کافی ہے:

دو اکتوبر کو کٹھ پتلی فوج نے ننگرہار میں اقوام متحدہ کے ایک کارکن کو رات گئے ایک چھاپے میں مار ڈالا۔ 5 اکتوبر کو جارحیت پسندوں نے قندوز میں عام لوگوں پر بمباری کر دی، جس میں خواتین اور بچوں سمیت درجنوں افراد شہید ہو گئے۔ ایک روز بعد جارحیت پسندوں نے ننگرہار میں رات گئے حملہ کر کے 4 بھائیوں کو شہید کر ڈالا۔ 16 اکتوبر کو زابل میں ایک صحافی کو قتل کر دیا گیا۔ صحافیوں کی تنظیم نے اس کا ذمہ دار 'ملی امنیت' (افغان انٹیلی جنس ایجنسی) کے ایجنٹوں کو قرار دیا۔ دو روز بعد پکتیا کے ضلع زرمت میں ایک طالب علم کو اسپیشل فورسز کے ایک کمانڈر نے تشدد کا نشانہ بنایا۔ 19 اکتوبر کو اسی ضلع میں ایک بار پھر اسی طرح کا واقعہ دہرایا گیا۔ فورسز نے کالج کے ایک اسٹوڈنٹ کو تمام طلبا کے سامنے ننگا کھڑا کر دیا۔ کٹھ پتلی انتظامیہ کے اس عمل کے ردِ عمل میں تمام علاقائی کالجوں نے تالہ بندی اور ہڑتال کر دی۔ 28 اکتوبر کو غزنی کے ضلع قرہ باغ میں پولیس سربراہ نے کالج کے دو طلبا کو شہید کر دیا۔ جارحیت پسندوں کو پہنچنے والے جانی و مالی نقصان کے بعد ننگرہار کے ضلع شیرازدو میں رات کو بمباری کر کے درجنوں بے گناہ لوگوں کو شہید کر دیا گیا۔ بالآخر اسی ماہ کی آخری تاریخ کو جارحیت پسندوں کے جنگی طیاروں نے اروزگان کے ضلع چورہ میں رہائشی گھروں پر بمباری کر دی، جس میں 30 نہتے شہری شہید ہوئے، جب کہ بہت سے لوگ زخمی بھی ہوئے۔

غنیمتوں کے حوالے سے دشمن کے خدشات:

اکتوبر کی فتوحات کے سلسلے میں مجاہدین نے ہزاروں کی تعداد میں اسلحہ، مختلف النوع گاڑیاں، وسائل، لاکھوں گولیاں اور دیگر عسکری وسائل، جن میں امریکی سامان اور آلات بھی موجود تھے، غنیمت میں حاصل کیے ہیں۔ کہا جاتا ہے یہ اسلحہ اور وسائل اتنے زیادہ ہیں کہ تین سال تک مجاہدین کی تمام جنگی ضروریات پوری کریں گے۔ وزارت دفاع نے 17 اکتوبر کو درج بالا وسائل اور اسلحہ کے مجاہدین کے ہاتھ لگنے پر اعتراف کیا ہے۔ انہوں نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ اتنی بھاری مقدار میں اسلحہ مجاہدین کے ہاتھ چلے جانے کا نقصان ہو سکتا ہے۔

مذاکرات اور امارت اسلامیہ کا مؤقف:

حالیہ دنوں میں کہا جا رہا تھا کہ امارت اسلامیہ نے کٹھ پتلی انتظامیہ کے کچھ افراد سے ملاقاتیں اور بات چیت کی ہے، مگر 18 اکتوبر کو امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے ترجمان نے کہا کہ مذاکرات کے بارے میں امارت اسلامیہ کا مؤقف کبھی بھی تبدیل نہیں ہوا۔ اب بھی بیرونی جارحیت پسندوں کے ساتھ مذاکرات کی پہلی شرط مکمل انخلا ہے۔

کٹھ پتلی انتظامیہ کا نیا اعزاز:

کٹھ پتلی کابل انتظامیہ اب تک صرف دو عالمی اعزازات حاصل کرنے میں کامیاب رہی تھی۔ دنیا میں سب سے زیادہ کرپشن اور منشیات کی پیداوار۔ اب ایک قدم مزید آگے بڑھ گیا ہے۔ 27 اکتوبر کو عالمی عدالت کی جانب شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق حکومتی قانونی عمل داری کے لحاظ سے افغانستان 113 ممالک میں سے 111 ویں نمبر پر ہے۔ یعنی لاقانونیت میں افغانستان دنیا کا تیسرا ملک ہے، جہاں کی حکومت سب سے زیادہ کمزور ہے۔

محرم الحرام ۱۴۳۸ھ میں ہونے والی کاروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کاروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کی ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندہار	56				214	18	31	9	28	
2-	ہلمند	57	2	7	6	177	73	34	7	23	
3-	غزنی	51				82	49	26	2	5	
4-	خوست	36				65	28	17	1	1	
5-	نورستان	26				62	20	2	5	6	
6-	میدان وردگ	5				12	8				
7-	کونڑ	17				31	28	10		2	
8-	پکتیکا	4				3	7			1	
9-	زابل	48				62	38	19	6	7	
10-	لوگر	55				106	163	35	8	12	
11-	کاپیسا	21				29	15	12		1	
12-	روزگان	24		5	2	33	26	4			
13-	پکتیا	9				10	16	2	2	1	
14-	فراہ	2				2	11	1		1	
15-	کابل	22		5	6	19	18	13	1		
16-	ننگرہار	58				73	44	43	4	5	
17-	لغمان	60				178	166	38	3	12	
18-	ہرات	13		4		28	17	3			
19-	نیمروز	38				86	41	22		2	
20-	بادغیس	8				16	6	3			
21-	قندوز	8	1	16		5	3	5	1		1
22-	بغلان	13				24	18	4	1		
23-	فاریاب	38				60	55	13		1	
24-	غور	23		2		39	24	7	7	12	
25-	پروان	29				30	13	16	2	4	
26-	تخار										
27-	سمنگان	8				6	4	1			
28-	بدخشان	5				5	3	1			
29-	بامیان										
30-	بلخ	12				24	22	6	1	3	
31-	جوزجان	17				53	23	8	6	9	
32-	دائی کنڈی	1				4					
33-	سرپل	14				32	12	2	2	3	
34-	پنجشیر										
مجموعہ		778	3	39	14	1570	969	378	68	139	1

افغانستان کے مختلف صوبوں میں امارت اسلامیہ کی جانب سے تعمیر نو کے ذمہ دارانہ منصوبوں کی زندہ مثال

SHARIAT
Monthly Islamic Magazine
5th Year January 2017

جنگ کا بنیادی سرمایہ

امارتِ اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد کے نئے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے نام خط کا میڈیا پر بہت چرچا دیکھنے کو مل رہا ہے۔ ترجمان نے خط کے ابتداء میں ہی ٹرمپ پر واضح کیا ہے کہ 'آپ نئے صدر کے طور پر امریکا کی افغانستان پر طویل ترین جارحیت کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر لے رہے ہیں۔ یہ اہم موقع ہے، جب آپ غور کرتے ہوئے 'مسئلۂ افغانستان' سے متعلق اپنی جنگ پر نظرثانی کریں۔ اگر امریکا اس جنگ سے افغانستان پر دائمی قبضے سمیت مختلف مفادات حاصل کرنا چاہتا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ بالخصوص افغانستان میں ایسے خوابوں کی سچائی کا کوئی امکان نہیں ہے۔'

اگرچہ ہمارے مبنی برحق مقصدِ جنگ کی سچائی تمام دنیا پر عیاں ہے، مگر جو ممالک اسے تسلیم کر کے انخلا کر گئے ہیں، وہ امریکا کے لیے نمونہ ہیں۔ یہ تلخ حقیقت ہے کہ گزشتہ پندرہ برسوں میں کسی ملک نے ہماری مالی، عسکری اور تزویراتی سمیت اخلاقی حمایت بھی نہیں کی ہے۔ اگر اِن تمام دھچکوں کے باوجود امارت امریکا و نیٹو کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کر رہی تو جارحیت پسندوں سمیت اُن کے تعاون کاروں کے لیے مقامِ فکر ہے کہ 'ہمارا یہ جہاد مبنی برحق ہونے کے تمام معیارات کی بنیاد پر سو فیصد درست و جائز ہے۔ یاد رہے، اگر ہمارے 'شجرِ جہاد' کی جڑوں کو عقیدۂ توحید کا پانی ملتا ہے تو یہ بھی اہم ہے کہ اس کے پتوں کو عوامی حمایت کی ہوائیں تروتازہ رکھتی ہیں۔ جب کہ جنگ کا یہ بنیادی سرمایہ ہمارے کسی مخالف کے پاس دستیاب نہیں ہے۔

اڑتیس سال سے مسلسل جنگ زدہ افغان عوام حقیقی معنوں میں جنگ کا خاتمہ چاہنے کے باوجود اپنی بے مثال خودمختاری اور آزادانہ حیثیت پر حرف گیری نہیں برداشت کر سکتے۔ اس جنگ سے متعلق ہمارا موقف بالکل واضح ہے۔ اَب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ کہاں تک امریکی اور افغان عوام کے مفاد میں افغانستان سے اپنی فوجوں کے انخلا کا فیصلہ کرتے ہیں؟! دونوں راستے آپ کے سامنے ہیں۔ امن یا مزید شکست آمیز جنگ!!!